ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
48
www.tanzeem.org
20تا26ربیع الاوّل1438ھ/20تا26دسمبر2016ء

اس شمارے میں

بستیاں کیوں ویراں ہوتی ہیں؟

حضورﷺ سے محبت وعقیدت کے اصل تقاضے

کانپتا ہے دل تیرا......

فریضۂ تبلیغ اور مخلوق سے اجر؟

مطالعۂ کلامِ اقبال

سندھ حکومت: اسلام کی راہ میں رکاوٹ

اسوۂ حسنہ اور ہمارا معاشرہ

احتساب

رحمۃ للعالمینؐ کانفرنس

میں تم سے اچھا نہیں ہوں

منصب خلافت سنبھالنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے پہلے خطبہ میں ارشاد فرمایا...... جس میں گویا حکومتی پالیسی اور طریق حکومت کا ذکر تھا...... فرمایا:

’’مجھے تمہارا والی بنایا گیا ہے حالانکہ میں تم سے اچھا نہیں ہوں، پس اگر میں اچھے کام کروں تو میری اعانت ومدد کرنا۔ اگر (خدانخواستہ) مجھ سے غلط کام ہو تو میری اصلاح کرنا اور مجھے درست کرنا...... سچائی امانت ہے، جھوٹ خیانت۔ تم میں سے جو ضعیف (مظلوم) ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ اس کا حق لے کر نہ دوں...... اور تم میں سے جو قوی (ظلم وزیادتی کرنے والا) ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے جب تک اس سے دوسرے کا حق وصول نہ کرلوں...... جو قوم راہ حق میں جہاد کو چھوڑ دیتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر ذلت مسلط کر دیتے ہیں اور جس قوم میں بے حیائی رواج پذیر ہو جاتی ہے وہ مصیبتوں اور بلاؤں میں گرفتار ہو جاتی ہے۔ جب میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کروں تو تم بھی میری اطاعت کرنا اور جب میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت بالکل لازم نہیں۔‘‘

مولانا سعید الرحمٰن علوی

الھدیٰ (734)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا امتحان

سُورۃُ الکہف — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیات: 67 تا 70

قَالَ اِنَّکَ لَنۡ تَسۡتَطِیۡعَ مَعِیَ صَبۡرًا ﴿۶۷﴾ وَ کَیۡفَ تَصۡبِرُ عَلٰی مَا لَمۡ تُحِطۡ بِہٖ خُبۡرًا ﴿۶۸﴾
قَالَ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ صَابِرًا وَّ لَاۤ اَعۡصِیۡ لَکَ اَمۡرًا ﴿۶۹﴾ قَالَ فَاِنِ
اتَّبَعۡتَنِیۡ فَلَا تَسۡـَٔلۡنِیۡ عَنۡ شَیۡءٍ حَتّٰۤی اُحۡدِثَ لَکَ مِنۡہُ ذِکۡرًا ﴿٧٠﴾

آیت ۶۷ ﴿قَالَ اِنَّکَ لَنۡ تَسۡتَطِیۡعَ مَعِیَ صَبۡرًا ﴿۶۷﴾﴾ ’’اُس نے کہا: میرے ساتھ (رہ کر) آپؑ ہرگز صبر نہیں کر سکیں گے۔‘‘

آیت ۶۸ ﴿وَ کَیۡفَ تَصۡبِرُ عَلٰی مَا لَمۡ تُحِطۡ بِہٖ خُبۡرًا ﴿۶۸﴾﴾ ’’اور آپؑ کیسے صبر کریں گے اُس چیز پر جس کی آپ کو پوری پوری خبر نہیں!‘‘

میرے ساتھ رہ کر آپ کو میرے کام بڑے عجیب لگیں گے اور آپ صبر نہیں کر پائیں گے‘ کیونکہ اُن کاموں کی حقیقی غرض وغایت کے بارے میں آپ کو پوری طرح آگاہی حاصل نہیں ہوگی۔ جو باتیں آپ کے دائرۂ علم سے باہر ہوں گی ان پر آپ کیسے صبر کر پائیں گے!

آیت ۶۹ ﴿قَالَ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ صَابِرًا وَّ لَاۤ اَعۡصِیۡ لَکَ اَمۡرًا ﴿۶۹﴾﴾ ’’موسیٰؑ نے کہا: آپ مجھے ان شاء اللہ صابر پائیں گے‘ اور میں خلاف ورزی نہیں کروں گا آپ کے کسی حکم کی۔‘‘

یہاں پر ایک اہم نکتہ لائق توجہ ہے کہ جب صبر کرنے کی بات ہوئی تو اس کے ساتھ حضرت موسیٰؑ نے ان شاء اللہ کہا‘ لیکن نافرمانی نہ کرنے کے وعدے کے ساتھ ’ان شاء اللہ‘ نہیں کہا۔ چنانچہ بعد میں ہم دیکھیں گے کہ اسی وعدے کی خلاف ورزی آپؑ سے ہوئی جس کے ساتھ ان شاء اللہ نہیں کہا گیا تھا۔ اس حوالے سے اسی سورت کا وہ حکم بھی ذہن میں رکھیے جس میں حضور ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے: ﴿وَ لَا تَقُوۡلَنَّ لِشَایۡءٍ اِنِّیۡ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ ۫ وَ اذۡکُرۡ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیۡتَ وَ قُلۡ عَسٰۤی اَنۡ یَّہۡدِیَنِ رَبِّیۡ لِاَقۡرَبَ مِنۡ ہٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾﴾ ’’اور کسی چیز کے بارے میں یہ کبھی نہ کہا کریں کہ میں کل یہ کرنے والا ہوں مگر یہ کہ اللہ چاہے‘ اور اپنے رب کو یاد کر لیا کیجیے جب آپؐ بھول جائیں اور کہیے کہ ممکن ہے میرا رب میری راہنمائی کر دے اس سے زیادہ بھلائی کی راہ کی طرف۔‘‘

آیت ۷۰ ﴿قَالَ فَاِنِ اتَّبَعۡتَنِیۡ فَلَا تَسۡـَٔلۡنِیۡ عَنۡ شَیۡءٍ حَتّٰۤی اُحۡدِثَ لَکَ مِنۡہُ ذِکۡرًا ﴿٧٠﴾﴾ ’’اُس نے کہا: اگر آپ میرے ساتھ چلنا چاہتے ہیں تو کسی چیز کے بارے میں مجھ سے خود نہ پوچھنا یہاں تک کہ میں خود ہی آپ کو اس کے بارے میں بتا دوں۔‘‘

بس آپ میرے ساتھ ساتھ رہیں اور میں جو کچھ کروں یا میرے ساتھ جو کچھ ہو آپ خاموشی سے اس کا مشاہدہ کرتے رہیں‘ مگر کسی چیز کے بارے میں مجھ سے سوال نہ کریں۔ میں جب مناسب سمجھوں گا اُن تمام چیزوں کی حقیقت اور تفصیل آپ کو بتا دوں گا جو آپ کے مشاہدے میں آئی ہوں گی۔

فرمان نبویؐ

علم کی تلاش

عَنۡ أَبِی صَالِحٍ عَنۡ أَبِی هُرَيۡرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: ((مَنۡ نَفَّسَ عَنۡ مُؤۡمِنٍ كُرۡبَةً مِنۡ كُرَبِ الدُّنۡيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنۡهُ كُرۡبَةً مِنۡ كُرَبِ يَوۡمِ الۡقِيَامَةِ وَمَنۡ يَسَّرَ عَلَى مُعۡسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ فِي الدُّنۡيَا وَالۡآخِرَةِ وَمَنۡ سَتَرَ مُسۡلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنۡيَا وَالۡآخِرَةِ وَاللّٰهُ فِي عَوۡنِ الۡعَبۡدِ مَا كَانَ الۡعَبۡدُ فِي عَوۡنِ أَخِيهِ وَمَنۡ سَلَكَ طَرِيقًا يَلۡتَمِسُ فِيهِ عِلۡمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الۡجَنَّةِ وَمَا اجۡتَمَعَ قَوۡمٌ فِي بَيۡتٍ مِنۡ بُيُوتِ اللّٰهِ يَتۡلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيۡنَهُمۡ إِلَّا نَزَلَتۡ عَلَيۡهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتۡهُمُ الرَّحۡمَةُ وَحَفَّتۡهُمُ الۡمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنۡ عِنۡدَهُ وَمَنۡ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمۡ يُسۡرِعۡ بِهِ نَسَبُهُ)) (صحیح مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جس آدمی نے کسی مومن سے دنیا میں مصیبتوں کو دور کیا اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن کی مصیبتوں کو دور کرے گا اور جس نے تنگ دست پر آسانی کی اللہ اس پر دنیا میں اور آخرت میں آسانی کرے گا اور اللہ اس بندے کی مدد میں ہوتے ہیں جو اپنے بھائی کی مدد میں لگا ہوتا ہے اور جو ایسے راستے پر چلا جس میں علم کی تلاش کرتا ہو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ذریعہ جنت کا راستہ آسان فرما دیتے ہیں اور جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے اور اس کی تعلیم میں مصروف ہوتے ہیں ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ ان کا ذکر اپنے پاس موجود فرشتوں میں کرتے ہیں اور جس شخص کو اس کے اپنے اعمال نے پیچھے کر دیا تو اسے اس کا نسب آگے نہیں بڑھا سکتا۔‘‘

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

20 تا 26 ربیع الاوّل 1438ھ — جلد 25
20 تا 26 دسمبر 2016ء — شمارہ 48

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگرانِ طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بستیاں کیوں ویراں ہوتی ہیں؟

پانامہ کیس میں سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ کہ نیا چیف جسٹس نیا بنچ بنائے گا اور گزشتہ دو اڑھائی ماہ کی سپریم کورٹ میں ہونے والی کارروائی کالعدم سمجھی جائے اور نیا بنچ از سر نو سماعت کرے گا۔ اس پر بہترین تبصرہ تو ایک ریٹائر بریگیڈیئر صاحب نے کیا ''کھایا پیا کچھ نہیں گلاس توڑا بارہ آنے''۔ بہر حال اس منفرد نوعیت کے فیصلے پر بہت سے سنجیدہ نوعیت کے سوال سامنے آئے ہیں۔ یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ یہ کیس ایک ایسے ملک کے چیف ایگزیکٹو کے خلاف تھا جو بیس کروڑ سے زاید آبادی پر مشتمل ہے۔ یہ ایٹمی صلاحیت کا حامل ملک ہے اور جغرافیائی محل وقوع کے لحاظ سے خطے میں ہی نہیں دنیا بھر میں pivot کی حیثیت حاصل ہے۔ امریکہ چین کشمکش کے پس منظر میں اس ملک کی اہمیت سہ چند ہوگئی ہے۔ اس پس منظر میں پاکستان کے سیاسی حالات اور حکمرانوں کے زیروزبر ہونے میں دنیا بہت دلچسپی رکھتی ہے۔ لہٰذا گزشتہ دو اڑھائی ماہ سے اہل پاکستان کے بارے میں تو یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا کہ وہ سولی پر لٹکے ہوئے تھے۔ بہر حال دنیا بھر کی نگاہیں بھی اس پر مرکوز تھیں۔ جب سپریم کورٹ کی طرف سے یہ فیصلہ آیا کہ وہ کوئی فیصلہ نہیں سنا رہے اور جو سماعت ہوئی وہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اب جو ہوگا وہ نیا چیف جسٹس نئے سال سے نئی سماعتوں سے کرے گا تو لوگ بشمول آئینی و قانونی ماہرین حیرت میں ڈوب گئے۔ وہ ششدر رہ گئے کہ یہ کیسا فیصلہ ہے؟ سوال یہ ہے کہ کیا چیف جسٹس محترم انور ظہیر جمالی کو معلوم نہیں تھا کہ وہ 30 دسمبر کو ریٹائر ہو رہے ہیں۔ اگر وہ وقت کم سمجھتے تھے تو وہ خود بنچ کا حصہ کیوں بنے؟ پھر یہ کہ اگر وقت کم تھا تو سماعتوں کے دوران دو مرتبہ طویل وقفے کیوں کیے گئے۔ علاوہ ازیں 15 دسمبر کو جو عدالت کی تعطیلات شروع ہو رہی تھیں، اُن سے اُس صورت میں بھی استفادہ کرنا لازم تھا جبکہ قوم میں فیصلے کے حوالہ سے بے چینی اور اضطراب پایا جاتا تھا اور عوامی سطح پر ہیجانی کیفیت پائی جاتی تھی۔

ایک سوال تو انتہائی سنگین نوعیت کا ہے وہ یہ کہ ستمبر کے اواخر میں عمران خان اسلام آباد کو 2 نومبر سے لاک ڈاؤن کرنے کا اعلان کرتا ہے۔ اس سے پہلے رجسٹرار سپریم کورٹ تحریک انصاف کی درخواست کو مضحکہ خیز اور غیر سنجیدہ قرار دے کر واپس کر چکا ہوتا ہے۔ بعد ازاں سپریم کورٹ اسی کیس کے حوالہ سے از خود نوٹس لے لیتا ہے اور عمران خان کے اسلام آباد لاک ڈاؤن کرنے کی تاریخ سے ایک دن پہلے یعنی یکم نومبر سماعت کے لیے مقرر کر دیتا ہے۔ اس سماعت کے دوران سپریم کورٹ فریقین سے تحریری گارنٹی لے لیتا ہے کہ وہ سپریم کورٹ کے فیصلے کو تسلیم کریں گے۔ اس پر عمران خان اپنی 2 نومبر کو اسلام آباد لاک ڈاؤن کرنے کی کال واپس لے لیتا ہے کہ اب سپریم کورٹ فیصلہ کرے گا۔ یہ وہ ساری صورت حال تھی جس نے پاکستان کو ہلا کر رکھ دیا تھا اور بہت سی افواہیں گردش کرنے لگی تھیں لیکن سپریم کورٹ کے درمیان میں آ جانے سے ساری situation ہی defuse ہوگئی، حالات یکدم نارمل ہو گئے اور توجہات سپریم کورٹ پر مرکوز ہوگئیں اور سپریم کورٹ کا فیصلہ یہ آ گیا یعنی back to square one۔ کیا عمران

خان کے لیے ممکن ہوگا کہ وہ ویسی ہی صورت حال پیدا کر سکے جو کیم نومبر کو تھی؟ جواب یقیناً نفی میں ہے۔ یہ یقیناً ایک اتفاق ہوگا لیکن انسانوں کی سوچ پر تالے نہیں لگائے جا سکتے۔ جب کوئی غیر متوقع اور حیران کن بات سامنے آئے گی تو انسانی ذہن میں وسوسے آئیں گے۔ یہ فطری بات ہے، اِسے کوئی قانون، کوئی عدالت روک نہیں سکتی۔

پاکستان کی تاریخ پر نگاہ ڈالیں تو عجب صورت حال سامنے آتی ہے۔ سیاسی سطح پر آغاز اچھا تھا۔ ہمیں قائداعظم محمد علی جناح کے علاوہ لیاقت علی خان، ناظم الدین، سردار عبدالرب نشتر جیسے سیاست دان میسر آئے' جنہوں نے صاف ستھری سیاست کی، لیکن بعدازاں سیاسی معیار کا زوال شروع ہوا اور بات ملک غلام محمد، مشتاق احمد گورمانی اور ڈاکٹر خان صاحب سے ہوتی ہوئی آج اُن سیاست دانوں تک پہنچی ہے' جو کہتے ہیں ہمارا پارلیمنٹ میں بیان سیاسی تھا۔ گویا سیاست تو جھوٹ کا دوسرا نام ہے اور پارلیمنٹ کذب بیانی کا فورم ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

معاشی میدان میں بھی ہمیں چودھری محمد علی اور زاہد حسین جیسے ماہرین میسر آئے جنہوں نے بھارت کی اثاثوں کی تقسیم میں بددیانتی کے باوجود پاکستان کا پہلا بجٹ پیش کیا تو وہ خسارے کا بجٹ نہ تھا۔ بعدازاں ہم نے وزارت خزانہ امریکہ کو ٹھیکے پر دے دی۔ جس کے نتائج قوم آج تک مسلسل بھگت رہی ہے۔ عدلیہ کا آغاز بہت ہی شاندار تھا۔ عدلیہ کی کارکردگی کا ذکر قدرے تفصیل سے کیا جائے گا کیونکہ اس تحریر کا آغاز پانامہ کیس کے حوالہ سے کیا گیا ہے۔ پاکستان کو معرض وجود میں آنے کے بعد محمد شریف جیسے چیف جسٹس میسر آئے جنہوں نے وزیراعظم لیاقت علی خان کی چائے کی دعوت صرف اس لیے مسترد کر دی کہ حکومت کا ایک کیس اُن کی عدالت میں زیر سماعت تھا۔ بعد میں بھی بہت سے قابل فخر جج ہوئے۔ لیکن پھر بدقسمتی سے عدلیہ میں نظریۂ ضرورت در آیا اور نظریۂ ضرورت کا سب سے پہلا استعمال اُس وقت ہوا جب خواجہ ناظم الدین نے گورنر جنرل ملک غلام محمد کے حکومت برطرف کرنے کے فیصلہ کو چیلنج کیا تو سپریم کورٹ نے سندھ ہائی کورٹ کا فیصلہ کالعدم قرار دے کر گورنر جنرل ملک غلام محمد کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ پاکستان میں آج تک چار مارشل لاء نافذ ہوئے۔ اِن سب مارشل لاؤں کو نظریۂ ضرورت کے تحت نہ صرف قانونی لبادہ اُڑھا دیا گیا بلکہ فوجی آمروں کو یہ حق بھی دے دیا گیا کہ وہ چاہیں تو ذاتی صوابدید پر آئین میں ترمیم بھی کر سکتے ہیں۔ ضیاء الحق کے دور کا یہ واقعہ اخبارات میں شائع ہوا کہ جس روز مارشل لاء کے خلاف رٹ کا فیصلہ آنے والا تھا اُس سے ایک رات پہلے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ضیاء الحق اور چیف جسٹس سپریم کورٹ انوار الحق ایک ہی عشائیہ میں اکٹھے ہوئے تو ضیاء الحق صاحب نے چیف جسٹس کے پاس اپنا آدمی بھیجا کہ بتائیں آپ کل کیا فیصلہ کرنے والے ہیں؟ چیف جسٹس نے جواب دیا کہ فیصلہ ضیاء الحق صاحب کے حق میں دیا جا رہا ہے۔ اس پر ضیاء الحق صاحب نے پوچھا یہ بتائیے کہ مجھے آئین میں ترمیم کا حق دیا جا رہا ہے یا نہیں؟ اس پر چیف جسٹس انوار الحق صاحب نے جواب دیا۔ فیصلہ میں یہ حق تو ضیاء الحق صاحب کو نہیں دیا جا رہا۔ جس پر ضیاء الحق سخت برہم ہوئے۔ اس پر چیف جسٹس عشائیہ سے اُٹھ کر (غالباً کھانا کھائے بغیر) دفتر گئے۔ سٹاف کو بلایا اور راتوں رات فیصلہ میں شامل کر دیا گیا کہ مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ضیاء الحق کو حق حاصل ہوگا کہ وہ آئین میں ترمیم کر سکیں گے۔

ذوالفقار علی بھٹو کی پھانسی کو پاکستان پیپلز پارٹی ہمیشہ عدالتی قتل کہتی رہی۔ لوگوں کو اس بات پر اُن سے اختلاف رہا لیکن جب جسٹس نسیم حسن شاہ جو خود اُس بنچ کا حصہ تھے' جس نے بھٹو کی سزائے موت کا فیصلہ بحال رکھا تھا، یہ تسلیم کر لیا کہ اس کیس کے حوالہ سے ہم پر شدید دباؤ تھا۔ اس صورت میں پاکستان پیپلز پارٹی سے اب کون اختلاف کرے گا۔ عبدالحمید ڈوگر تھوڑی دیر کے لیے چیف جسٹس رہے۔ اُنہوں نے جتنے فیصلے کیے۔ افتخار چودھری نے بحال ہو کر بالکل برعکس فیصلے کر دیے۔ ہم نے یہ سب کچھ کسی کی مخالفت یا دشمنی میں ہرگز ہرگز تحریر نہیں کیا۔ یہ سب اصلاح کی غرض سے عرض کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بستیاں الّو نہیں اجاڑتے' عدل وانصاف کا فقدان اجاڑ دیتا ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ صرف عدلیہ کا معاملہ نہیں ہے۔ آوے کا آوے ہی بگڑا ہوا ہے۔ بددیانتی، بدعنوانی اور اقتدار کی ہوس نے تمام ملکی اداروں کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ یہ ادارے راکھ کا ڈھیر بن چکے ہیں۔ ان میں کوئی چنگاری بھی باقی نہیں رہی اور قومی جسد فالج زدہ ہے۔ کسی عارضی لیپا پوتی یا ہنگامی اور فوری نوعیت کے اقدام سے اس نیم مردہ قوم میں زندگی نہیں پھونکی جا سکتی۔ اس تن مردہ میں صرف اُس نظریہ کی بنیاد پر آنے والے انقلاب سے جان ڈالی جا سکتی ہے جو اس کے معرض وجود میں آنے کا جواز بنا تھا۔ یقیناً یہ ایک معجزہ ہوگا لیکن بندگانِ رب جب کسی مشن میں اپنی توانائیاں' اپنے وسائل، اپنی صلاحیتیں' اپنے شب و روز حتیٰ کہ اپنی زندگیاں سب کچھ کھپا دیتے ہیں تو فرشتے قطار اندر قطار اترتے ہیں اور معجزے رونما ہوتے ہیں اور ناممکن کو ممکن بنا دیتے ہیں۔ لہٰذا ہر پاکستانی کو آگے بڑھنا ہوگا۔ ڈرائنگ رومز میں حالات کا رونا رونے سے اور مرثیہ کہنے سے کچھ نہ ہوگا۔ اللہ اور رسولﷺ کے احکامات پہلے خود پر نافذ کریں اور پھر قرآن وسنت کا فراہم کردہ نظام وطن عزیز میں نافذ کرنے کے لیے تن من دھن لگا دو، کامیابی و کامرانی مقدر ہوگی۔ ان شاء اللہ

☆☆☆

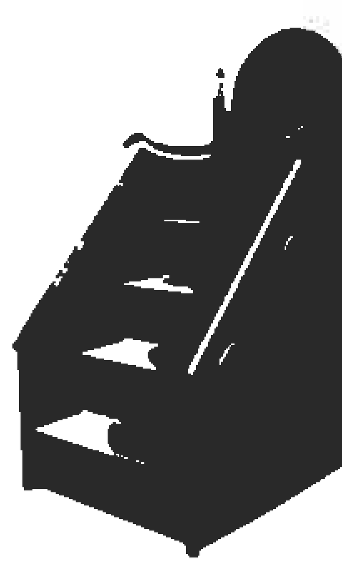

حضور ﷺ سے محبت و عقیدت کے اصل تقاضے

سُورۃُ اَلَمۡ نَشۡرَح کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 9 دسمبر 2016ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابو ابراھیم

12 ربیع الاول کا دن ہمارے ملک سمیت بیشتر اسلامی ممالک میں میلاد النبیؐ کے یوم کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اس ضمن میں یہ حقیقت ہمارے ذہن میں ہونی چاہیے کہ نبی اکرم ﷺ کا وصال یقیناً 12 ربیع الاول کو ہی ہوا تھا۔ یہ ہسٹری کی لائن لائیٹ میں تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ البتہ آپؐ کے یوم پیدائش کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔ اس دور میں سیرت النبی ﷺ پر لکھی گئی مشہور ترین کتاب الرحیق المختوم ہے جس کو سعودی عرب میں ایوارڈ بھی مل چکا ہے اور اس کتاب کو سیرت کے حوالے سے most Athantic book مانا گیا ہے۔ اس کے مصنف مولانا صفی الرحمان مبارکپوری ہیں اور علامہ سید سلیمان ندوی اور علامہ سلمان منصور پوری کے علاوہ دیگر بھی کئی اہل علم کی کاوشیں اس میں شامل ہیں۔ ان سب کی تحقیق یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ولادت 9 ربیع الاول کو ہوئی تھی۔ اس لحاظ سے آپؐ کی ولادت کا صحیح تعین نہیں کیا جا سکتا۔ بہرکیف آج کل میلاد النبیؐ کے عنوان سے نبی اکرم ﷺ سے محبت و عقیدت کے مختلف انداز اختیار کیے جا رہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے محبت و عقیدت ہمارے ایمان کا لازمی حصہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے لیے اس کے باپ، اس کے بیٹے اور تمام انسانوں سے محبوب تر نہ ہو جاؤں''۔ (صحیح بخاری و مسلم)

دنیا میں تو وہ بھی مومن سمجھے جاتے تھے جو کلمہ پڑھ کر بھی منافقانہ حرکتیں کرتے تھے اور پھر قسمیں کھاتے تھے کہ ہم تو ایمان رکھتے ہیں۔ ہاں! اللہ کی نگاہ میں مومن کون ہے؟ اس کے بارے میں بتا دیا گیا کہ: ﴿وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ؕ﴾ '(البقرہ:165)' اور جو لوگ واقعتاً صاحبِ ایمان ہوتے ہیں ان کی شدید ترین محبت اللہ کے ساتھ ہوتی ہے۔''

اللہ کے بعد جس ہستی سے سب سے بڑھ کر محبت ہونی چاہیے وہ آپ ﷺ کی ذات ہے۔ لہٰذا جب تک نبی اکرم ﷺ سے محبت تمام انسانوں سے بڑھ کر نہیں ہو گی تب تک کوئی مومن نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کو نمائندہ کامل بنا کر بھیجا اور رحمۃ للعالمین کا خطاب عطا فرمایا۔ ظاہر ہے رحمۃ للعالمین کوئی ایک ہی ہو سکتا ہے اور عالمین میں عالم حیوانات بھی ہے، عالم جنات بھی، عالم انسان بھی اور عالم ملائکہ بھی ہے اور عالم میں ایک عالم یہ دنیا ہے اور دوسرا عالم آخرت ہے۔ تو آپ ﷺ کو ان تمام عالموں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا: ﴿وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۰۷﴾﴾ (الانبیاء) ''اور (اے نبی ﷺ!) ہم نے نہیں بھیجا ہے آپ کو مگر تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر۔''

اسی لیے آپؐ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ

بعد از خدا بزرگ تو ہی قصہ مختصر!

اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ جو شک کرے گا وہ اپنے ایمان کی خیر منائے۔ لہٰذا آپ ﷺ سے محبت تمام انسانوں سے بڑھ کر اگر نہیں ہے تو ایمان نہیں ہے۔ لیکن آپ ﷺ سے عقیدت اور محبت کے تقاضے کیا ہیں؟ ہم نے اپنی محبت و عقیدت کا اظہار کیسے کرنا ہے؟ یہ سوال سب سے اہم ہے۔ ایک اصولی بات تو یہ ہے کہ آپ ﷺ ہمارے لیے کامل نمونہ ہیں: ﴿لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ﴾ '(الاحزاب:21)' (اے مسلمانو!) تمہارے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے''

قرآن مجید کتاب ہدایت ہے اور آپ ﷺ مجسم قرآن ہیں۔ لہٰذا ہم نے ہر کام کے لیے راہنمائی اُسوۂ حسنہ سے لینی ہے۔ لیکن آنحضور ﷺ سے محبت اور عقیدت کیسے کی جائے؟ اس کا عملی نمونہ ہمیں صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں ملے گا۔ ایک تو آپ ﷺ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ پر زیادہ سے زیادہ درود بھیجا جائے۔ ﴿اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا ﴿۵۶﴾﴾ (الاحزاب) ''یقیناً اللہ اور اُس کے فرشتے رحمتیں نازل کرتے ہیں نبی (ﷺ) پر۔ اے ایمان والو! تم بھی آپؐ پر رحمتیں اور سلام بھیجا کرو۔''

لیکن صرف درود بھیجنے سے آپ ﷺ سے محبت کے تقاضے پورے نہیں ہو جاتے۔ صحابہ کرامؓ آپ ﷺ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے تھے اور آپ ﷺ کے دین کے بھی سب سے زیادہ سچے وفادار تھے۔ خود آنحضور ﷺ نے فرمایا: ''تم پر لازم ہے مضبوطی کے ساتھ پکڑنا میری سنت کو اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو'' (ترمذی) اور یہ بھی فرمایا کہ صحیح راستہ کونسا ہے: ((مَا اَنَا عَلَیۡہِ وَ اَصۡحَابِی)) ''جس پر میرا اور میرے صحابہ کا عمل ہے''۔ (ترمذی)

لہٰذا ہمیں حضور ﷺ سے محبت و عقیدت کے اظہار کے لیے راہنمائی صحابہ کرام کی زندگیوں سے ملے گی اور وہاں ہمیں وہ چیزیں نظر نہیں آ رہیں جو آج ہم حضور ﷺ کی محبت و عقیدت میں کر رہے ہیں۔ وہاں تو تقاضا یہ تھا کہ جتنی حضور ﷺ سے محبت ہے اتنی ہی آپ ﷺ کے مشن کے ساتھ والہانہ وابستگی ہے۔ وہاں آپ ﷺ سے محبت کا تقاضا یہ تھا کہ جو دین آپ لے کر آئے تھے اُس کے لیے ہر

قسم کی قربانی دی جائے۔ انہیں تو ہر لحظہ یہی فکر دامن گیر تھی کہ آپ ﷺ کو جو اعلیٰ ترین دین دے کر بھیجا گیا ہے وہ دنیا میں غالب ہو جائے تاکہ اللہ کی توحید کا کلمہ اس زمین پر سربلند ہو جائے۔ یہی آپ ﷺ سے محبت کا اصل تقاضا تھا اور اسی کے لیے صحابہ کرامؓ نے اپنی پوری زندگی صرف کر دی اور وہ آپؐ کے اس مشن کو لے کر پوری دنیا میں پھیل گئے۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے!
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے!

اقبال نے اس شعر میں صحابہ کرام کا ہی وصف بیان کیا ہے اور صحابہ کا یہ وصف آپ ﷺ کے سچی محبت و عقیدت کے نتیجے میں ہی پیدا ہوا تھا۔ جس سے آج ہم خالی ہیں لہٰذا پوری دنیا میں ذلت و رسوائی ہمارا مقدر ہے اور ہم پوری دنیا میں مظلوم و مغلوب اور مقہور ہیں۔ لہٰذا اس ذلت اور پستی سے نکلنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ ہم آپ ﷺ سے محبت کے حقیقی تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔

یہ حسن اتفاق ہی ہے کہ ان دنوں ہم قرآن مجید کی جن سورتوں کا مطالعہ کر رہے ہیں ان کا تعلق بھی سیرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے ہی ہے۔ آج ہم سورۃ الم نشرح کا مطالعہ کریں گے اور اس سے قبل ہم سورۃ الضحیٰ کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ ان دونوں سورتوں میں ساری گفتگو آپؐ کی ذات کے حوالے سے ہے۔ سورۃ الضحیٰ کے مطالعہ کے دوران ہم سیرت النبی ﷺ کا ایک واقعہ پڑھ چکے ہیں کہ ایک دفعہ آپؐ پر وحی آنا بند ہو گئی تھی تو آپؐ کو شدید پریشانی لاحق ہو گئی تھی۔ آپؐ کے مخالفین اور دین اسلام کے دشمن طعنوں پر اُتر آئے تھے۔ دوسری طرف آپؐ کو وحی کے نزول سے ایک خاص دلچسپی اور شغف ہو گیا تھا۔ اسی وجہ سے آپؐ چاہتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ وحی نازل ہو۔ اس حوالے سے ایک موقع پر آپؐ نے جبرائیلؑ سے شکوہ بھی کیا کہ آپ وحی جلدی جلدی کیوں نہیں لے کر آتے۔ تو جبرائیلؑ نے جواب دیا: ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾﴾ (مریم) ''اور (اے نبی ﷺ!) ہم (فرشتے) نہیں نازل ہوتے مگر آپؐ کے رب کے حکم سے۔ اُسی کے اختیار میں ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو کچھ اس کے درمیان ہے۔ اور آپؐ کا رب بھولنے والا نہیں ہے۔''

یعنی ہم (فرشتے) اتنی ہی وحی لانے کے مکلف ہیں جتنی اللہ پاک کی طرف سے اجازت ہے۔ بہرحال جب کافی دنوں تک وحی نازل نہ ہوئی تو آپؐ کی پریشانی اس حد تک بڑھ گئی کہ آپؐ بعد میں فرمایا کرتے تھے کہ میرا دل کرتا تھا کہ میں اپنے آپؐ کو پہاڑ سے گرا دوں۔ پریشانی اور تکلیف کی یہ کیفیت اس وجہ سے بھی بڑھ گئی تھی کیوں کہ آپؐ سوچنے لگے تھے کہ کہیں اللہ مجھ سے ناراض تو نہیں ہو گیا۔ کہیں مجھ سے کوئی غلطی تو سرزد نہیں ہو گئی۔ چنانچہ آپؐ کی اس کیفیت کو دور کرنے کے لیے پھر سورۃ الضحیٰ کی وہ آیات نازل ہوئیں جن میں آپؐ کو تسلی دی گئی کہ اللہ نے نہ تو آپؐ کو چھوڑا اور نہ ہی وہ آپؐ سے ناراض ہے۔ بلکہ آنے والے وقت میں اللہ تعالیٰ آپؐ کو وہ کچھ عطا کرے گا کہ آپؐ راضی اور خوش ہو جائیں گے۔ اسی تسلسل میں سورۃ الم نشرح نازل ہوئی:

﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۙ﴿١﴾﴾ ''کیا ہم نے آپؐ کے لیے آپؐ کے سینے کو کھول نہیں دیا؟''

نزول وحی کا سلسلہ کچھ دنوں تک بند ہونے سے آپؐ کو جو پریشانی اور تکلیف کی کیفیت لاحق ہو گئی تھی اس کے لیے صوفیاء کے ہاں انقباض کی اصطلاح رائج ہے۔ جس کا متضاد انشراح ہے اور انشراح کا مطلب ہے کسی کام کے لیے پوری طرح آمادگی اور سرگرمی کا پیدا ہونا۔ نزول وحی کا سلسلہ دوبارہ شروع ہونے سے آپؐ کی انبساط کی کیفیت دوبارہ لوٹ آئی تو اسی حوالے سے اس آیت میں فرمایا گیا کہ کیا ہم نے آپؐ کے سینے کو وحی کے لیے دوبارہ کھول نہیں دیا؟ بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے بیان القرآن میں لکھا ہے کہ وحی کے بند ہونے کا یہ واقعہ بھی دراصل اللہ تعالیٰ کی مشیت و حکمت اور آپؐ کی تربیت کا ایک حصہ تھا۔ نوع انسانی کو ہر پہلو سے راہنمائی دینا مقصود تھا۔

﴿وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۙ﴿٢﴾﴾ ''اور ہم نے اُتار نہیں دیا

پریس ریلیز 16 دسمبر 2016ء

شام میں مسلمانوں کے باہمی قتل وغارت سے صورتِ حال انتہائی تشویشناک ہے

حلب میں اب تک تین لاکھ مسلمان ہلاک ہو چکے ہیں اور سترہ لاکھ سے زیادہ ہجرت پر مجبور ہو کر دربدر ہو رہے ہیں

شام کا صدر بشارالاسد اپنے اقتدار کو بچانے کے لیے مسلمانوں کا بے دریغ خون بہا رہا ہے

حافظ عاکف سعید

شام میں مسلمانوں کے باہمی قتل وغارت سے صورتِ حال انتہائی تشویشناک ہو گئی ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ عالم اسلام خصوصاً عرب مسلمان اللہ کے دین سے بے وفائی اور غداری کی بنا پر عذاب الٰہی کی گرفت میں ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ صرف شام کے شہر حلب میں اب تک تین لاکھ مسلمان ہلاک ہو چکے ہیں اور سترہ لاکھ سے زیادہ ہجرت پر مجبور ہو کر یورپ کے مختلف ممالک میں دربدر ہو رہے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ مسلمان حکمران ہوس اقتدار میں اندھے ہو چکے ہیں۔ شام کا صدر بشارالاسد اپنے اقتدار کو بچانے کے لیے مسلمانوں کا خون بے دریغ بہا رہا ہے۔ حالانکہ وہ لیبیا کے کرنل قذافی اور عراق کے صدر صدام حسین کا عبرت ناک انجام دیکھ چکے ہیں۔ اُنہوں نے اہل پاکستان کو یاد دلایا کہ آج 16 دسمبر ہے 45 سال پہلے اس روز ہم اپنے ازلی دشمن بھارت کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست وریخت سے دوچار ہوئے تھے۔ لیکن ہم نے سبق نہیں سیکھا۔ سودی معیشت اور عریانی وبے حیائی کا فروغ تو پہلے بھی سرکاری سطح پر جاری تھا، اب ہمارے حکمران جھوٹ بولنے پر فخر کرنے لگے ہیں۔ اور ہماری پارلیمنٹ کذب بیانی کا فورم بن گیا ہے۔ اُنہوں نے انفرادی اور اجتماعی توبہ پر زور دیتے ہوئے کہا کہ ہمارا مستقبل اسلام سے وابستہ ہے۔ اسلام سے روگردانی کر کے ہم کبھی کامیاب وکامران نہیں ہو سکتے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی)

آپؐ سے آپؐ کا وہ بوجھ؟''

﴿الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَھْرَکَ ۝۳﴾ ''جو آپ کی کمر کو توڑے دے رہا تھا!''

حضور ﷺ پر شروع میں جب وحی نازل ہوتی تھی تو ایک بوجھ کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ پہلی وحی کے بعد جب آپؐ واپس گھر لوٹے تو آپؐ پر اتنی گھبراہٹ طاری تھی کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے فرمانے لگے کہ مجھے لحاف اوڑھا دو۔ حضور ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تو براہِ راست آپؐ کے دل پر نازل ہوتی تھی۔ بعض صحابہ کرامؓ نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ حتیٰ کہ سردیوں میں بھی آپؐ کی پیشانی پر پسینہ آ جاتا تھا اور اگر آپؐ اونٹ پر سوار ہوتے تو نزولِ وحی کے وقت اونٹ کی کمر بوجھ سے دوہری ہو جاتی تھی۔ یہ کس قسم کا بوجھ تھا؟ اس بات کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ لیکن پھر اللہ نے اس کو آسان کر دیا یعنی اب آپؐ کے لیے یہ چیز بالکل معمول کا حصہ بن گئی اور پریشانی کا موجب نہ رہی۔ دوسری رائے یہ ہے کہ آپؐ چونکہ منصب رسالت پر فائز تھے۔ یہ ایک انتہائی مشکل ذمہ داری تھی۔ ظاہر ہے کہ پورا معاشرہ مشرک تھا اور آپؐ کا کام ان کو یہ بتانا تھا کہ ان بتوں کی کچھ حقیقت نہیں ہے، یہ تمہیں کچھ نہیں دے سکتے۔ رب ایک ہی ہے اور صرف اسی کی عبادت جائز ہے۔ فطری طور پر ہر مخالفت برداشت ہو سکتی ہے لیکن عقیدے کی مخالفت برداشت نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا پورا معاشرہ آپؐ کا دشمن ہو گیا۔ جو کل تک دوستی کا دم بھرتے تھے ان میں سے بعض خون کے پیاسے ہو گئے۔ جنہوں نے الصادق والامین کا خطاب دیا تھا وہی اب آپؐ کی بھرپور مخالفت کر رہے تھے۔ لہٰذا شروع میں تو آپؐ کو منصب رسالت کا بوجھ کافی بھاری لگا لیکن پھر یہ ذمہ داری بھی آپ پر آسان ہو گئی۔ یہاں تک کہ آپؐ صبح سے شام تک یہ عظیم ذمہ داری نبھا رہے ہیں اور راتوں کو کھڑے ہو کر آدھی رات، دو تہائی رات تک قرآن کی تلاوت بھی کر رہے ہیں اور یہ ساری چیزیں اب آپ پر بوجھ محسوس نہیں ہوتیں۔

﴿وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ۝۴﴾ ''اور ہم نے آپؐ کے ذکر کو بلند کر دیا ہے۔''

آج آپؐ کے مخالفین آپؐ کے خاکے بنائیں یا جو بھی کریں اللہ نے جو آپؐ کا ذکر بلند کر دیا ہے اور جس کا ظہور اس وقت بھی ہو رہا ہے اس کو کوئی نہیں روک سکتا۔ پوری نوعِ انسانی میں کوئی دوسرا انسان ایسا نہیں ہے جس کا ذکر اس قدر بلند ہوا ہو۔ چنانچہ صحیح ابن حبان میں حضرت سعد بن مالکؓ اور ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیلؑ میرے پاس آئے اور فرمانے لگے کہ میرا اور آپؐ کا رب آپؐ سے پوچھ رہا ہے کہ کیا آپؐ کو معلوم ہے کہ رب نے آپؐ کا ذکر کیسے بلند کیا؟ میں نے کہا کہ اللہ ہی کو بہتر معلوم ہے تو فرمایا کہ اللہ کہتا ہے جب بھی میرا ذکر کیا جائے گا میرے ذکر کے ساتھ آپؐ کا ذکر بھی لازمی ہو گا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ کلمہ طیبہ میں، اذان میں، دورانِ نماز التحیات میں اور خطبہ میں اللہ کے ساتھ حضور ﷺ کا نام بھی ضرور آ رہا ہے۔ آج دنیا میں جتنی بھی اسلام کی مخالفت ہو رہی ہے اتنا ہی اسلام پھیلتا جا رہا ہے۔ نائن الیون کا واقعہ اسلام کے خلاف جتنی بڑی سازش تھی اتنا ہی اس کے بعد یورپ میں لوگوں کا رجحان اسلام کی طرف زیادہ ہو گیا۔ امریکہ میں ہمارے ساتھیوں نے اس بات کی توثیق کی ہے کہ نائن الیون کے بعد قرآن مجید کی مانگ اتنی بڑھ گئی کہ نسخے کم ہو گئے۔ جبکہ اسی قرآن میں حضور ﷺ کا ذکر بہت زیادہ ہے۔ خاص طور پر مکی سورتوں میں تو سارا خطاب ہی آپؐ کے ذریعے سے ہے۔

﴿فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝۵﴾ ''تو یقیناً مشکل ہی کے ساتھ آسانی ہے۔''

یہ دنیا درحقیقت ایک دارالامتحان ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ایک مشکل ختم ہوئی تو اب دوبارہ کوئی مشکل درپیش نہیں ہو گی بلکہ مشکل کے ساتھ ہی آسانی ہے۔

﴿اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝۶﴾ ''یقیناً مشکل ہی کے ساتھ آسانی ہے۔''

دوبارہ تاکید کی گئی ہے کہ مشکل کے ساتھ ہی آسانی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا کی یہ زندگی مسلسل امتحان ہے۔ ایک بعد دوسرا امتحان آئے گا اور جو ان امتحانات میں جس قدر زیادہ کامیابی حاصل کرتا چلا گیا اس کا مقام و مرتبہ اللہ کے ہاں اتنا ہی بلند ہوتا چلا جائے گا اور اسی قدر اس کے لیے اس دنیا میں بھی آسانی پیدا ہو جائے گی اور آخرت میں بھی اس کے لیے آسانی نصیب ہو گی۔ دوسری طرف اس آیت میں آپ ﷺ کے خوشخبری بھی ہے کہ مشکلات کے بعد بالآخر راحت اور خوشی کا وقت بھی آنے والا ہے اور جیسا کہ دنیا نے دیکھا کہ یہ وقت بالآخر آ کر رہا اور جزیرہ نمائے عرب میں اسلام کا غلبہ ہو گیا۔

﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝۷ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ ۝۸﴾ ''تو جب فارغ ہوا کرو تو (عبادت میں) محنت کیا کرو۔ اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو جایا کرو''۔

یعنی جب دن کے اوقات میں منصب رسالت کے کاموں سے فارغ ہو جائیں تو پھر آپؐ اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہو جایا کریں۔ چنانچہ دن کے اوقات کے علاوہ بھی آپؐ کا معمول تھا کہ آپ نصف شب یا دو تہائی شب اللہ کی عبادت میں گزارتے تھے۔ کیونکہ یہ آپؐ کا تعلق مع اللہ تقاضا تھا اور اللہ سے محبت کا بھی تقاضا تھا اور اس میں روحانی تسکین سمیت بہت سے خیر کے ایسے پہلو موجود تھے جن کا ہم یہاں احاطہ نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کا صحیح فہم عطا فرمائے اور اس پر خلوص نیت سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

❁❁❁

بقیہ: زمانہ گواہ

یا کسی بھی غیر مسلم کو اپنے مذہب کا سرِ عام پرچار کرنے کی کوئی اجازت نہ ہوتی سوائے اس کے کہ وہ اپنے گھروں میں اپنے بچوں کو تعلیم دے سکتے یا اپنے معبدوں میں اپنے مذہب کی تبلیغ کر سکتے۔ لیکن پاکستان میں ایک ایسا بل لایا گیا جس کے ذریعے غیر مسلموں کو اسلام قبول کرنے میں رکاوٹ کے اقدام ہیں لیکن دوسری طرف مسلمانوں کو غیر مسلم بنانے کے لیے جو عیسائی اور قادیانی سرگرم ہیں، ہر سال اس وجہ سے جو مسلمان مرتد ہو رہے ہیں وہ ایک ہولناک فکر ہے لیکن اس حوالے سے کوئی پابندی نہیں لگائی جا رہی، وہ سب آزاد ہیں کہ ایک اسلامی ریاست میں جو جی چاہیں کریں، صرف اسلام کے راستے روکے جا رہے ہیں اور یہ سب کچھ اس مملکت خداداد پاکستان میں ہو رہا ہے جو اس وعدے کے ساتھ حاصل کیا گیا تھا کہ اگر پاکستان بن گیا تو یہاں ہم اسلام کا نفاذ کریں گے۔ یہ بہت بڑا المیہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ دینی جماعتوں کے لیے یہ اتمام حجت ہے کہ اب بھی نہ جاگیں تو پھر بانی محترم فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں جو مہلت اللہ نے دی تھی شاید وہ ختم ہونے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس انجام بد سے بچائے۔ آمین

❁❁❁

ضرورت رشتہ

☆جنجوعہ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 24 سال تعلیم ایم اے اسلامیات، پرائیویٹ سکول میں ٹیچر کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: (042)35168811

☆لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم ایم فل اور بیٹا، عمر 29 سال، تعلیم الیکٹریکل انجینئر، ایم ایس سی (Foreign) کے لیے پڑھی لکھی فیملی سے رشتہ درکار ہے۔ رابطہ: 0322-592686
042-35453142

کانپتا ہے دل ترا......

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

ربیع الاول کے چاند تلے بیٹھے ہم دنیا کا سفر بصد حیرت وحسرت دیکھ رہے ہیں۔ کہاں سیرت وکردار کی وہ عظمت جس سے نبی کریم کی تشریف آوری پر انسانیت بہرہ مند ہوئی۔ اور اب گھپ اندھیروں میں دجل وفریب کی چلتی آندھیاں جس میں ہم (عام انسان تو چھوڑیئے) قیادتوں پر فائز نمونے کے انسانوں میں انسانیت کی رمق تلاش کرتے ہانپ ہانپ جاتے ہیں۔ جمہوریت ترقی معکوس کا سفر طے کرتی جہاں جا پہنچی ہے، اس کا مظہر علم و دانش، تفکر و تدبر قیادت کے اعلیٰ اوصاف کا منہ چڑاتے لیڈر ہر جا ترار ہے ہیں۔ امریکہ میں ٹرمپ ہے۔ بھارت جیسی جمہوریہ، جو اصلی اور خالص جمہوریت کا دعویدار ہے۔ جہاں فوج کی تلوار سر پر لٹکتے رہنے کا کوئی تصور نہیں۔ جہاں آرمی چیف کی تاجپوشی تک نہیں ہوتی۔ وزارت عظمیٰ کے تابع ایک عام افسر کی طرح آتے جاتے رہتے ہیں۔ اس ملک میں مودی ڈیڑھ ارب عوام کا نمائندہ ہو۔ وہ جو 8 سال کی عمر میں انتہا پسند ہندو تنظیم آر ایس ایس کا ورکر بنا۔ کم تعلیم کی وجہ سے مارا مارا پھرا، کسی آشرم (ہندو تعلیم کی درس گاہ) میں داخلہ نہ ملا۔ چچا کی کینٹین میں چائے بیچنے کا کام کرتا رہا۔ غیر روایتی، فاصلاتی تعلیم سے بالآخر بی اے، ایم اے سیاسیات کیا۔

ٹرمپ اور مودی میں قدرِ مشترک، میرٹ اسلام دشمنی ہے، جس کی بنا پر وہ پری (pre) دجال دور کی قیادت کے اہل ہیں! شام میں بشار الاسد مسلمانوں کے حق میں بھیڑیا، مصر میں اسی کردار کا حامل السیسی، بنگلہ دیش میں پھانسی گھاٹ فیم حسینہ واجد، برما میں نوبل امن سرخاب کا پر (سیاسی فراڈ عالمی انعام!) سر میں سجائے سوچی جہاں سوچی سمجھی پلاننگ کے تحت مسلمانوں کو آگ، دھویں اور خون کا سامنا ہے۔ مسلم خواتین عصمت دریدہ اور بچے دربدر! اسرائیل تو پھر ان سب ہی کا مسلم کش باپ ہے۔ ٹرمپ نے امریکہ کے وزیر دفاع کی حیثیت سے جنرل جیمز میٹس کا انتخاب کیا ہے۔ یہ حضرت عراق اور افغانستان میں امریکی فوج کی قیادت کر چکے ہیں۔ وہاں یہ پاگل کتا (Mad Dog) کہلائے! سو اب عراق، افغانستان کے بعد باؤلے میاں کیا تارے دکھائیں گے؟ الاماں! خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دو! یاد رہے کہ کتا ان کے ہاں گالی نہیں! مرکزِ محبت ہے۔ اعزاز ہے! پرویز مشرف کی خدمات پر خوش ہو کر واشنگٹن پوسٹ نے وردی پوش کتے کا کارٹون چھاپا تھا بطور مشرف کے۔ امریکی میرین پٹہ پکڑے تھا۔ جب ہمارے سفارت خانے نے اعتراض کیا تو وضاحت کی کہ یہ تو اعزاز بخشا گیا ہے! ہم گود میں بچے بھرتے ہیں، وہ کتے۔ ہم بچوں کو محبت سے چومتے ہیں وہ کتوں کو بلکہ کتا بھی فرطِ محبت سے جواباً منہ چاٹتا ہے۔

پچھلے دنوں ٹرمپ، نواز گفتگو زیرِ بحث رہی۔ ہم نے مارے شوق کے جاری کر دی۔ امریکہ انکاری ہو گیا۔ ہمیں اپنے مقام پر رہنے اور ڈومور کی گھرکی پڑ گئی بلکہ یہ بھی یاد دلایا گیا کہ امریکہ 9/11 سے اب تک پاکستان کو امریکی کولیشن سپورٹ فنڈ میں 14 ارب ڈالر دے چکا ہے۔ جس پر امریکی اہلکار کی طرف سے یہ صفائی بھی پیش کر دی گئی کہ ہم یہ رقم امریکی قومی مفادات کے تحفظ کے لیے دیتے رہے ہیں۔

ربیع الاول میں یہ لکھتے ہوئے ہم لرز گئے! کیونکہ کفر کے مفادات کے کھلم کھلا تحفظ کا اتنا بڑا حوصلہ تو منافقین مدینہ کے پاس بھی نہ تھا۔ چھپ کر پسِ پردہ سازباز پر سورۃ التوبۃ، سورۃ النساء میں اللہ کا قہر وغضب ان پر ٹوٹا تھا۔ نفاق بے نمازی ہونے کا نہ تھا، کفر سے دوستی، خیرخواہی کا تھا! وگرنہ مدینہ کا منافق 5 وقت (خواہ سستی ہی کے ساتھ) مسجدِ نبوی میں نماز بھی پڑھتا تھا۔ ڈاڑھی بھی تھی۔ زکوٰۃ (مارے بندھے سہی) ادا کرتا تھا۔ اس کے باوصف یہ گناہ اتنا بڑا گردانا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی 70 مرتبہ استغفار بھی کام نہ آنے کی وعید سنائی گئی۔ اب جبکہ دنیا پوری ڈھٹائی اور بے حیائی سے تمام مسلم ممالک میں خونِ مسلم کی ارزانی پر کمربستہ ہے ہم کہاں کھڑے ہیں؟ شام میں خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں۔ روس اور چین سلامتی کونسل میں حلب میں جنگ بندی کی قرارداد ویٹو کر چکے ہیں۔ امریکہ یورپ میں مسلمانوں کے لیے زمین تنگ کر دی گئی ہے۔ مساجد، نمازیوں پر حملے۔ خواتین کا حجاب خطرے میں ہے۔ باہر نکلنے میں خوف کا سامنا ہے۔ اسرائیل میں اذان پر پابندی۔ امریکہ میں سیکرٹری سٹیٹ کا ایک مضبوط امیدوار روڈی جیولیانی بھی رہا۔ جو خارجہ پالیسی کا کوئی تجربہ نہ رکھتا تھا۔ واحد شہرت 9/11 کے بعد دہشت گردی کے نام پر شدت پسندانہ خیالات اور متشدد رویے کا حامل رہنا تھی! اس سے صرف ہوا کا رخ دیکھا جا سکتا ہے۔

مزید یہ کہ دنیا بھر میں پولیس اور خفیہ اداروں کے اختیارات بڑھا دیئے گئے ہیں۔ جمہوریت کا دور لد گیا۔ عوام کی حکمرانی خواب و خیال ہو گئی۔ اب خفیہ والوں کی حکمرانی ہے۔ زندانوں، عقوبت خانوں کے ذریعے جبر اور ظلم کی حکمرانی ہے۔ برطانیہ میں ناقدین نے ان اختیارات کے بے پناہ اضافے پر اظہارِ تشویش کیا ہے۔ انسانی حقوق کی پامالی کی طرف بڑھتے یہ قدم اچھی علامت نہیں! جبکہ پہلے ہی ہیگ میں قائم بین الاقوامی فوجداری عدالت امریکی فوج اور سی آئی اے کو جنگی مجرم قرار دے چکی ہے۔ امریکی اہلکاروں نے ابتدائی رپورٹ کے مطابق 88 گرفتار شدگان پر شدید تشدد کیا اور وحشیانہ سلوک روا رکھا۔ تاہم امریکہ اس سب کو مسترد کر چکا ہے! اسی تسلسل میں اسرائیل (فلسطینیوں پر قہر و جبر کا ماہر) بھارتی فوجیوں کو کشمیر سے نمٹنے کے لیے خصوصی تربیت دے رہا ہے۔ اب بھارتی فوج جعلی مقابلوں میں مسلمانوں کو مسلسل شہید کر رہی ہے۔ اگرچہ ہمارے ہاں یہ تسلسل سے جاری ہے۔ تازہ مثال (جو کھل گئی، سامنے آ گئی) مولانا یوسف کی ہے جنہیں 9 ماہ قبل اٹھایا گیا اور پھر پولیس مقابلے میں مار دیا۔ یہ عالمی دجالی ہتھکنڈے ہم بھی استعمال کریں گے؟ پناہ بخدا! خونخوار امریکی رویے بھی تو دیکھئے کہ قندوز میں 2 امریکی فوجیوں کے بدلے 50 شہری بمباری میں مار دیئے۔ ہم کیسی دنیا میں آن پہنچے۔ ایک طرف ظلم اور درندگی کی یہ کہانیاں، دوسری جانب دنیا میں معاشی عدم مساوات کا یہ عالم کہ روس میں 574 فیصد اور بھارت میں 60 فیصد قومی دولت محدود مخصوص امیر طبقے کے چنگل میں ہے۔ ٹرمپ بھی اسی کی نمائندگی کر رہا ہے۔

کتنا بڑا المیہ ہے کہ سسکتی بلکتی دنیا کے لیے شفا کے خزانے اور تریاق جس قوم پر اتارے گئے وہ خود احساسِ کمتری کا زہر پی کر خودکشی کی مرتکب ہو رہی ہے۔ ہجرت مدینہ کے بعد دنیا نے جس حکمرانی کا ذائقہ چکھا

آج بھی گلوبل ویلیج کا علاج اسی میں مضمر ہے۔ علاج اس کا وہی آبِ نشاط انگیز ہے ساقی! چشمۂ نبوت سے فیض یاب ہو کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے 3 براعظموں پر محیط جس سپر پاور کی بنیاد رکھی تھی وہ عدل، انصاف، رحم دلی، امن، معاشی خوشحالی، ہر طبقے (اقلیتیں خواتین) کے حقوق کے تحفظ پر مستحکم ہوئی تھی۔ اسلام کے فیوض و برکات دیکھ کر مفتوحہ علاقے بلا جبر و اکراہ مسلمان ہوتے چلے گئے۔ وہ اپنے ظالم و جابر ہم مذہب حکمرانوں پر مسلم حکومتوں کو ترجیح دیتے دیتے اسلام کو دل دے بیٹھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق: میں نے تم پر گورنروں (افسروں) کو اس لیے متعین نہیں کیا کہ وہ تمہاری چمڑیاں ادھیڑیں، تمہیں بے عزت کریں اور تمہارے مال غصب کریں بلکہ انہیں اس لیے گورنر بنایا ہے کہ تمہیں کتاب اللہ اور سنتِ نبوی کی تعلیم دیں (ہماری قیادتیں تو خود ان پڑھ ہیں!) لہٰذا اگر کسی کا گورنر کوئی ظلم کرے تو وہ مجھے بتائے تاکہ میں اس کا بدلہ دلا سکوں۔ لیکن آج کا مسلمان کہاں کھڑا ہے؟ فرمان نبوی ہے: میری امت میں ایسی اقوام رونما ہوں گی جن میں اھواء (خواہشات نفس، فکری ٹیڑھ) یوں سرایت کریں گی جیسے کتے کے کاٹے کا اثر جس سے آدمی کی کوئی رگ اور جوڑ اس کی تاثیر سے سلامت نہیں رہتا۔ (ابوداؤد)

آج ہماری پوری زندگی معاشرتی، سیاسی، معاشی، تعلیمی زندگی میں یہ زہر سرایت کر گیا ہے۔ اسلام دین (ہر شعبۂ زندگی پر اللہ کی حکمرانی، اطاعت و فرمانبرداری) کی بجائے مذہب بن گیا جو چند رسومات میں سکڑ سمٹ کر زندگی گزارنے پر حکماً مجبور کر دیا گیا ہے۔ نظامِ تعلیم، توحید رسالت آخرت تک کی حقیقی پختہ تعلیم سے عاری ہے۔ سیاست پر مفاد پرست خاندانی بادشاہی اور لوٹ کھسوٹ کا غلبہ ہے۔ (حکمران رحکمرانی کے طلب گار طبقے کا سی ٹی سکین کروا دیکھیں دماغ میں بھی آنتیں معدہ ہی ہوگا!)

معاشرت پر ہندو، مغربی تہذیب کا دور دورہ ہے۔ ذرا فیصل مسجد کا تقدس بے پردہ رنگ ترنگے نکاح کی تقریبات اور تفریحی پارک بنے، نئے شادی شدہ جوڑوں کی سیلفیوں کے ہاتھوں پامال ہوتے تو دیکھیے! معیشت سود کا جنگل ہے۔ سو مغربی یلغار نے اس حدیث کا حرف حرف سچا کر دکھایا ہے۔ اس کا تریاق قرآنِ پاک اور سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دورِ خلافت کے احیاء میں ہے!

کانپتا ہے دل ترا اندیشۂ طوفاں سے کیا؟
ناخدا تو، بحر تو، کشتی بھی تو، ساحل بھی تو!

❁❁❁

فریضۂ تبلیغ اور مخلوق سے اجر؟

مولانا محمد صادق

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ کا نہایت اہم......نمایاں اور اعظم ترین...... پہلو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فریضہ تبلیغ کی ادائیگی کے عوض......مخلوق سے کوئی معاوضہ...... بدلہ......مفاد نہیں مانگا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وہ مقدس جماعت ہے جن کا بے غرضانہ......مخلصانہ اور خیر خواہانہ......نعرہ ہی یہ رہا کہ میں اس فریضہ تبلیغ کی ادائیگی پر......تم لوگوں سے کوئی اجر نہیں چاہتا......

اعلان نبوت کے بعد

جبکہ لوگ ابھی اس اعلان سے مانوس نہیں ہوئے تھے قوم نے باہمی مشوروں کے بعد متفقہ طور پر کچھ پیشکشیں کیں جو بالترتیب یہ ہیں......

☆ ہم آپ کو اپنا سردار تسلیم کر لیتے ہیں......

☆ آپ اپنے اعلان سے دستبردار ہو جائیں آپ نے اس پیشکش کو قبول نہیں فرمایا......

☆ ہم علاقے کی خوبصورت ترین دو شیزاؤں کو آپ کی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں...... آپ اپنی اس تبلیغ سے علیحدگی اختیار فرما لیں

☆ ہم اپنے اپنے خزانوں کے ڈھیر......آپ کے قدموں میں ڈال دیتے ہیں...... آپ اپنی اس دعوت کو بند فرما دیں......آپ نے اس نذرانے کو ٹھکرا دیا......

ان پیشکشوں میں جاہی و جاہتی...... اور مالی و مادیت جمع ہے...... کسی بھی دنیوی لیڈر کے لیے......قوم کو بھنبھوڑنے......نوچنے......لوٹ لینے...... نچوڑ لینے کا اس سے سنہرا موقع ہاتھ نہیں آ سکتا......

لیڈروں کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ...... لیڈروں کی اکثریت اس مقام پر بہکی ہے...... ڈگمگائی ہے......پھسلی ہے...... بکی ہے اور اپنا حصہ وصول کر کے...... اپنے اعلان کردہ مقاصد سے دور جا پڑی ہے...... لیکن قربان جایئے...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے پائے استقامت پر......فرمایا کہ اگر تم میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند لا کر رکھ دو...... یوں دن اور رات کا چلتا ہوا...... یہ نظام میری دسترس میں دے دیا جائے......تو بھی میں اس کو قبول نہ کروں گا...... کیوں کہ اس دعوت کا مقصود مخلوق سے کچھ لینا نہیں...... بلکہ مخلوقات کو بہت کچھ دینا ہے......(گویا کہ اسلامی مذہبی دینی تحریکیں مادیت کی محتاج نہیں ہیں۔ بقدر ضرورت......بحیثیت اسباب مادیت کا انکار نہیں ہے......البتہ جو لوگ مادیت کو لازمی ضرورت کا ذہن رکھتے ہیں......ان کے لیے دعوت فکر ہے)

جب قوم اس دعوت سے مانوس ہو گئی......آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ہار......اپنے گلوں میں ڈال لیا......آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کی بیڑیاں...... اپنے پیروں میں پہن لیں...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وفاداریاں نبھانے کی...... بیعت کر لی...... تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذاتی راحت تو دور کی بات ہے......اپنے ذاتی......لازمی......ضروری......ناگزیر اخراجات کے لیے......اپنے جاں نثار ساتھیوں سے کوئی معاوضہ نہ چاہا...... نہ کوئی تنخواہ مقرر کروائی......بلاشبہ چندے کا حکم دیا...... مال خرچ کرنے کی ترغیب بھی دی...... مال خرچ نہ کرنے پر وعید بھی سنائی۔ لیکن یہ سب کا سب اپنی ذات کے لیے نہیں...... بلکہ اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے تھا......اپنی ذات کا تو یہ حال تھا کہ......ساتھیوں کے پیٹ پر بھوک کی وجہ سے ایک پتھر بندھا ہوا تھا......تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ مبارک پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے......دو دو ماہ گھر میں چولہا نہ جلتا تھا...... کھجور اور پانی پر گزر بسر تھی......دُنیا سے پردہ فرما جانے کے وقت ذرّہ رہن رکھوا کر قرضہ حاصل کیا ہوا تھا......صدقہ کہیں سے آتا تو مستحقین میں تقسیم فرما دیا کرتے۔

ہدایا آتے تو اس میں اصحاب صفہ کو شریک فرمایا کرتے...... اپنی ذات سے اُمت کو ہر وہ فائدے پہنچاتے......جس کی اُمت مستحق تھی......اپنی ذات اور گھر والوں کو اُمت کی طرف سے پہنچنے والی......مالی، مادی فوائد سے ضرورت کے باوجود دور رکھا۔

آج ہم وارثان انبیاء کہلوانے والے......
اس مبارک زندگی سے کتنے دور جا پڑے ہیں......
کیا ہمارا علم خود ہمیں عمل کی صدا دیتا ہے؟......
کیا ہمارا ضمیر ہمیں ہماری اس ذہنیت پر کچوکے لگاتا ہے؟
کہ اس فریضہ تبلیغ کی ادائیگی پر ہمارا رب ہمیں...... بہت کچھ دینے کا تاکیدی وعدہ فرما رہا ہے......
اور ہم بضد ہیں کہ مخلوق کو نوچیں گے...... نچوڑیں گے...... لوٹیں گے......بھنبھوڑیں گے......

ہمیں سیرت طیبہ کے اس پہلو کو...... مدنظر رکھتے ہوئے پورے حوصلے کے ساتھ...... اس نقش قدم پر چلنا ہوگا کہ......خالق سے لیں گے اور مخلوق کو بانٹیں گے۔

❁❁❁❁

فقر پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق 2

5 فقر بر کرّوبیاں شبخون زند — بر نوامیسِ جہاں شبخوں زند

فقر فرشتوں پر شب خون مار کر مسخر کرنا ہے — اور قوانین فطرت کی دریافت کا نام ہے

6 بر مقامِ دیگر اندازد ترا — از زجاجِ الماس می سازد ترا

(فقر) تجھے (اشرف المخلوقات ہونے کے) اعلیٰ مقام پر کھڑا کرتا ہے — اور شیشے سے ہیرا بنا دیتا ہے

7 برگ و سازِ او ز قرآنِ عظیم — مردِ درویشے نہ گنجد در گلیم

صاحب فقر کا روحانی برگ و بار قرآن عظیم کی بدولت ہے اور مرد درویش کی قوت تسخیر کمبل میں محدود نہیں ہوتی

8 گرچہ اندر بزم کم گوید سخن — یک دمِ او گرمیٔ صد انجمن

اگرچہ (مردِ فقیر) محفل میں باتیں کم کرتا ہے — مگر وہ سینکڑوں محافل کی جان ہوتا ہے

9 بے پراں را ذوقِ پروازے دہد — پشّہ را تمکینِ شہبازے دہد

فقر بے وسائل انسان کو بھی روحانی ترقی کی راہ دکھاتا ہے اور بے مایہ انسانوں کو جابر حکمرانوں سے ٹکرا دیتا ہے

10 با سلاطیں دَرفُتد مردِ فقیر — از شکوہِ بوریا لرزد سریر

مردِ فقیر، بادشاہوں کے مقابلے میں کھڑا ہو جاتا ہے — (اس کے) بوریے کے دبدبے سے تخت لرزتا ہے

11 از جنوں می افگند ہوئے بہ شہر — وارہاند خلق را از جبر و قہر

اس کے جنون سے شہر میں ہنگامہ کھڑا ہو جاتا ہے — وہ مخلوق کو ظلم و ستم سے نجات دلاتا ہے

بندۂ مومن جب یہ اختیاری فقر اختیار کرتا ہے تو اس کے اندر دنیا سے بے رغبتی پیدا ہو جاتی ہے اور مال و اسباب جمع کرنا یا حبِ جاہ اس کے نزدیک بے معنی ہو جاتا ہے اس سے اس میں مؤمنانہ فراست پیدا ہو جاتی ہے اور وہ تقرب بالفرائض کے راستے پر چل کر دستِ قدرت میں ایک شمشیر کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

5۔ لہٰذا ایسا فقر یا یہ مردِ فقیر فرشتوں پر شبخون مار کر انھیں مسخر کر لیتا ہے یعنی فرشتے اس کے ہم مقصد اور معاون بن جاتے ہیں اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کام کر رہا ہوتا ہے اور ایسا فقر قوانینِ فطرت کی تسخیر کا کام کرتا ہے گویا قوانینِ فطرت بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے مقاصد کے حصول میں سازگار ہو جاتے ہیں۔

6۔ ایسا فقر___ ایک سچے مومن کو اشرف المخلوقات ہونے کے اعلیٰ مقام پر لا کھڑا کرتا ہے (جس کا بندۂ مومن مستحق ہے) اور اسی فقر کی برکت سے ایک گوشت پوست کا انسان، جو کائنات میں (تمام حیوانات سے کمزور مخلوق ہے اور) شیشے کی طرح ناپائدار ہے، دنیا کی سخت ترین چیز ہیرا بن جاتا ہے۔ یہ ہیرا سلاطین و شہنشاہوں کو بھی کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔

7۔ فقر کی یہ بلند شان اور مردِ مومن کے یہ اعلیٰ اوصاف اور بلند کردار صرف قرآن عظیم کی تعلیمات پر عمل درآمد کرنے کا نتیجہ ہے گویا قرآن مجید صرف برکت کے لیے نہیں بلکہ بندۂ مومن عمل کر کے قرآن مجید کا انسانِ مطلوب بن جاتا ہے۔

مردِ مومن یا مردِ فقیر یا بندۂ مومن کہیں یا ایسے انسان کو 'مردِ درویش' کے نام سے پکاریں یہ بندہ (یا ایسے بندوں کا مجموعہ جماعت حزب اللہ یا قرنِ اولیٰ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) صرف اپنے کمبل کے اندر یعنی صرف اپنے وجود پر ہی اسلام کے احکام کی تنفیذ نہیں کرتا بلکہ چار سو اور اجتماعی سطح پر بھی احکام خداوندی کا بول بالا کرتا ہے۔

8۔ ایسا فقر (ایسی جماعت جو اس کردار کے لوگوں پر مشتمل ہو، حزبُ اللہ) انسانوں میں ایسے اعلیٰ اوصاف اور کردار کی بلندی پیدا کرتا ہے کہ ہر بندۂ مومن اپنے گرد و پیش ملاقاتوں اور اجتماعات میں اپنی کارکردگی کا رُعب نہیں ڈالتا بلکہ وہ سراپا عمل اور دوسروں کے لیے ایک چلتا پھرتا نمونہ ہوتا ہے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر کاربند دوسرے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

9۔ فقر___ دنیا سے بے رغبتی اور وسائل کی بجائے اللہ پر یقین ایسی طاقت ہے اور آج کی اصطلاح میں اس سے ایسی بیٹری چارج ہوتی ہے کہ بے پروں کو ذوقِ پرواز عطا کر دیتا ہے یعنی بے وسائل انسان میں حوصلہ اور آگے بڑھ کر کفر کو للکارنے اور مقابلہ کرنے کی جرأت پیدا کر دیتا ہے اور چڑیا کے کمزور بچے کو شاہین جیسے تیزی اور چستی عطا کر دیتا ہے۔

10۔ ایسا مردِ فقیر بادشاہوں اور مطلق العنان حکمرانوں کے راستے میں آ کھڑا ہوتا ہے اور ان کے عزائم کو خاک میں ملا دیتا ہے اور بوری کے جائے نماز پر بیٹھنے والا مردِ فقیر ایسی ہیبت اور شان رکھتا ہے کہ تخت و تاج کے مالک اور عسکری و مالی قوت والے حکمران اُس سے مقابلہ کرنے سے ڈرتے ہیں۔

11۔ ایسے مردِ فقیر کے افکار سے انسانوں (علاقوں، شہروں، حکومتوں) میں ہنگامہ کھڑا ہو جاتا ہے اور محکوم و مجبور عوام لٹیرے اور غاصب حکمرانوں کے جبر و قہر کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ مردِ فقیر اپنی استقامت اور استقلال سے علاقے کے عوام کو مطلق العنان اور خدائی کے دعویدار حکمرانوں سے آزاد کراتا ہے۔

سندھ اسمبلی کا پاس کردہ بل دینی جماعتوں کا امتحان ہے اور اتمام حجت بھی، اگر اب بھی نہ جاگیں تو شاید وقت مہلت ختم ہو جائے: حافظ عاکف سعید

ہم ہر وہ راستہ اختیار کریں گے جس کے نتیجے میں حکومت یہ قانون واپس لے لے کیونکہ اس قانون میں کوئی خیر نہیں ہے بلکہ شر ہی شر ہے: سراج الحق

یہ مذہبی جماعتوں، دین اور دیندار طبقے کی توہین ہے۔ لہٰذا دیندار طبقے اور دینی جماعتوں کو یکسو و متحد ہو کر اس صورت حال کا مقابلہ بھی کرنا چاہیے: علامہ امین شہیدی

یہ صرف ہندوازم کی طرف جھکاؤ یا ووٹ بینک کا معاملہ نہیں ہے بلکہ یہ تو غیر ملکی آقاؤں کے منظور نظر بننا چاہتے ہیں: شجاع الدین شیخ

ہماری اولین ترجیح تو یہی ہے کہ وزیر اعلیٰ سندھ خود علماء سے میٹنگ کریں اور اس بل کو قرآن و سنت کے مطابق بنائیں تو زیادہ بہتر ہوگا: مفتی منیب الرحمان

قانون سازی کرنے والے دستوری طور پر پابند ہیں کہ وہ اسلامی حوالے سے قانون سازی کرتے وقت اسلامی نظریاتی کونسل سے رجوع کریں: مولانا زاہد الراشدی

سندھ حکومت: اسلام کی راہ میں رکاوٹ کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں نامور دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: سندھ حکومت نے 18 سال سے کم عمر افراد کے قبول اسلام پر پابندی عائد کی ہے۔ کیا یہ شریعت کی رو سے جائز ہے؟

حافظ عاکف سعید: ہر مسلمان جانتا ہے کہ یہ قانون صریحاً خلاف اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: ﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ قف﴾ (آل عمران: 19) "یقیناً دین تو اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔" یہ اللہ کا فیصلہ ہے کہ اُس کے نزدیک مقبول دین صرف اسلام ہی ہے اور کوئی دین قبول نہیں کیا جائے گا۔ اب یہ مسلمانوں کے ذمہ ہے کہ جو دین اللہ کے ہاں مقبول ہے وہ دوسرے لوگوں تک بھی پہنچے۔ انہیں بھی قرآن کا پیغام پہنچایا جائے۔ دوسری جگہ فرمایا: ﴿لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قف﴾ (البقرہ: 256) "دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔"

اب یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا زبردست اور متوازن قانون ہے کہ اس کے نزدیک مقبول دین اسلام ہے اور اس میں کوئی زبردستی بھی نہیں ہے۔ اس طرح یہ دنیا میں انسان کی ایک آزمائش ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو آزما رہا ہے کہ وہ بھلائی اور شکر گزاری کا راستہ اختیار کرتا ہے یا پھر شر اور کفر کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ اس آزمائش میں کامیابی کے لیے جو ضروری نصاب ہے وہ الہدیٰ (قرآن) ہے جس کو دے کر آنحضور ﷺ کو بھیجا گیا اور آپؐ کے بعد یہ اُمت کی ذمہ داری ہے کہ دوسروں تک قرآن کا پیغام پہنچائے مگر بدقسمتی سے آج کا مسلمان یہ کام نہیں کر رہا ہے اور اس سے بھی بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ آج خود مسلمان قرآن کے پیغام سے محروم ہیں۔ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے اور یہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہم غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دیتے لیکن بجائے اس کے اُلٹا اسلام کے راستے میں رکاوٹیں ڈالی جا رہی ہیں اور لوگوں کا مسلمان ہونا مشکل بنایا جا رہا ہے۔

مولانا زاہد الراشدی: 18 سال کی عمر کی یہ حد دراصل بلوغت کے بہانے سے عائد کی گئی ہے حالانکہ شریعت کی رو سے قبول اسلام تو بچپن سے ہی ہو جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خود چھوٹے چھوٹے بچوں کو دعوت دی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا ہے، ایک یہودی بچے نے آپؐ کی دعوت پر اسلام قبول کیا ہے اور اسی طرح بے شمار مثالیں ہیں۔ یوں یہ بات غلط ثابت ہوتی ہے کہ قبول اسلام کے لیے بالغ ہونا شرط ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ بلوغت 13 یا 14 سال کی عمر میں ہو جاتی ہے۔ لہٰذا یہ پابندی اگر بلوغت کے لحاظ سے لگائی جائے یا 18 سال کی عمر کی شرط رکھی جائے، دونوں لحاظ سے غلط ہے۔

مرتب: ابو ابراہیم

سوال: بل کے مندرجات میں یہ بھی شامل ہے کہ 18 سال یا اس سے زائد عمر کا کوئی فرد بھی اگر اسلام قبول کر لیتا ہے تو قانون کی رو سے وہ 21 دن تک اعلان نہیں کر سکتا، گویا اس کو موقع دیا جا رہا ہے کہ اس کے رشتہ دار و دوست احباب اس کو دوبارہ غیر مسلم بنا دیں۔

حافظ عاکف سعید: یہ سب کچھ اس لیے کیا جا رہا ہے تاکہ غیر مسلموں اور غیر مسلم طاقتوں کی حمایت حاصل کی جا سکے۔ لہٰذا کوشش کی جا رہی ہے کہ کسی غیر مسلم کو مسلمان بننے کے راستے میں زیادہ سے زیادہ barrier لگا دیے جائیں اور کوشش یہ ہو کہ وہ اسلام قبول نہ کر سکے۔

سوال: کیا دنیا کے کسی بھی ملک میں مذہب کی تبدیلی کے لیے عمر کی حد مقرر ہے؟

علامہ امین شہیدی: دنیا کے کسی بھی ملک میں مذہب کی تبدیلی کے لیے عمر کی حد مقرر نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ہندوستان میں بھی اس طرح کا کوئی قانون نہیں ہے۔ یورپ اور امریکہ میں اس وقت لوگوں کا سب سے زیادہ جھکاؤ اسلام کی طرف ہے لیکن وہاں بھی اس طرح کا کوئی قانون موجود نہیں ہے۔

سوال: پہلے بلاول بھٹو نے ہندوؤں کی دیوالی پر باقاعدہ اظہار یکجہتی کیا اور بعد میں ایک مندر میں پوجا پاٹ بھی کی اور اب اقلیتوں کے حقوق کے نام پر اسلام کے سراسر خلاف قانون بنایا جا رہا ہے۔ سندھ حکومت کا ہندوؤں کی طرف اتنا جھکاؤ کیوں ہے؟

مفتی منیب الرحمان: اندرون سندھ پیپلز پارٹی کو ووٹ پہلے بھی مل رہے تھے اور اگر وہ ہندوؤں کے مذہبی تہوار پر چھٹی کا اعلان کرنا چاہتے تھے تو تب بھی ہمیں کوئی اعتراض نہیں تھا لیکن ہندوؤں کی مذہبی رسوم میں شامل ہونا درست نہیں ہے۔ ایک ایسے ملک میں جس کا ریاستی مذہب اسلام ہے اور ایک مسلمان حکومت ہے جس کی پارلیمنٹ کے اراکین اور عوامی نمائندے آئین کی پاسداری کا حلف اُٹھاتے ہیں تو ان کا آئینی فریضہ یہی ہے کہ وہ قرآن و سنت کا پرچم سربلند کریں اور آرٹیکل 31 کی رو سے اپنی ذمہ داری کو نبھاتے ہوئے اپنے عوام کو قرآن و سنت کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے سہولتیں فراہم کریں، حالات سازگار بنائیں لیکن یہاں سب الٹ ہو رہا ہے جو قابل افسوس ہے۔

شجاع الدین شیخ: یہ صرف ہندوازم کی طرف جھکاؤ یا ووٹ بینک کا معاملہ نہیں ہے بلکہ یہ تو غیر ملکی آقاؤں کے منظور نظر بننا چاہتے ہیں اور اپنے لبرل ازم کا اظہار کرتے نظر آ رہے ہیں۔ کبھی موہنجوڈرو میں بیٹھ کر اربوں روپے لگا کر کلچرل شو کا منانا، کبھی ہندوؤں کے مندروں میں جا کر بتوں کی پوجا پاٹ کرنا (معاذ اللہ)، کبھی ماضی میں یہ قانون کہ 18 سے کم عمر لڑکی یا لڑکے کا نکاح رجسٹرڈ نہیں کیا جا سکتا اور

اب یہ حالیہ بل۔ لہٰذا ووٹ بینک کا حصول ضمناً بات ہوسکتی ہے لیکن اصل بات غیر ملکی آقاؤں کے منظورِ نظر بننا ہے۔

سوال: یہ فرمایئے گا کہ ہماری دینی جماعتیں اس خلافِ اسلام قانون کے خلاف آواز کیوں نہیں بلند کر رہیں؟

سراج الحق: یہ بات نہیں ہے۔ جماعت اسلامی نے 2 دسمبر کو کراچی میں تمام دینی جماعتوں کو بلایا جس میں ایک مشترکہ قرارداد پاس ہوئی اور مذمتی بیانات بھی آئے اور ایک لائحہ عمل بھی طے کیا گیا ہے۔ اسی طرح 6 دسمبر کو جے یو آئی نے تمام دینی جماعتوں کا اجلاس بلایا۔ 2 دسمبر کو ہی جماعت اسلامی کی اپیل پر اندرون سندھ اور کراچی میں احتجاجی مظاہرے بھی ہوئے ہیں۔ لہٰذا دینی جماعتوں کا اس پر اتفاق ہے کہ اس بل کے خلاف مشترکہ طور پر آواز بلند کی جائے گی۔

سوال: مفتی صاحب! آپ پہلے عالم دین ہیں جنہوں نے اس بل کے خلاف مہم چلانے کا اعلان کیا ہے۔ اس مہم کے خدوخال کیا ہوں گے؟

مفتی منیب الرحمان: ہم نے پہلے مرحلے میں خطباء کرام سے اپیل کی ہے کہ وہ خطبات جمعہ میں اس بل کے حوالے سے عوام کو آگاہی دیں۔ اس کے خطرات اور نقصانات کے بارے میں عوام کو آگاہی دیں اور یہ بتائیں کہ یہ بل قرآن وسنت اور آئین کے سراسر خلاف ہے۔ ہماری اولین ترجیح تو یہی ہے کہ وزیرِاعلیٰ سندھ خود علماء کو دعوت دیں اور ہم سے میٹنگ کریں اور اس بل پر دوبارہ غور کریں اور اس کو قرآن وسنت کے مطابق بنائیں تو زیادہ بہتر ہوگا کیونکہ ملک کسی مزید انتشار وفساد کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ ملک کے داخلی اور خارجی حالات پہلے ہی پیچیدگیوں اور غیر یقینی صورتحال کا شکار ہیں۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کسی کو جبراً اسلام قبول کرانے پر سزا ہونی چاہیے، ہمیں اس سے کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن یہ کہیں جبر ہوا یا نہیں اس کا فیصلہ عدالتوں پر چھوڑ دیا جائے۔ یہ عدالت کا دائرہ کار ہے نہ کہ کسی سیاستدان کا یا حکومت کا۔

سوال: اگر حکومت خطبات اور بیانات سے ٹس سے مس نہیں ہوتی تو کیا آپ یہ معاملہ عدالت میں لے جائیں گے؟

مفتی منیب الرحمان: علماء ومشائخ کو جمع کریں گے اور ان سے مشاورت کے بعد حکمت عملی طے کریں گے۔ میں اس بات کا قائل نہیں ہوں کہ اکیلے خود ہی فیصلہ کروں۔ مشاورت سے فیصلہ کریں گے۔ ان شاء اللہ

سراج الحق: تمام جماعتوں کے مشترکہ وفد کا گورنر سندھ سے بھی ملنے کا پروگرام ہے۔ اس قانون کے ذمہ داران سے بھی ملنے کا پروگرام ہے اور اس میں ہر وہ راستہ ہم اختیار کریں گے جس کے نتیجے میں حکومت یہ قانون واپس لے لے۔ کیونکہ اس میں کوئی خیر نہیں ہے بلکہ شر ہی شر ہے۔ اس طرح کا کوئی قانون نہ امریکہ میں ہے نہ برطانیہ میں بلکہ ساری دنیا میں تمام لوگوں کو آزادی ہے کہ وہ جو چاہیں مذہب اختیار کریں۔

سوال: کیا ہماری عدالت اور خصوصی طور پر وفاقی شرعی عدالت اس قانون کے خلاف ایکشن لے سکتی ہے؟

حافظ عاکف سعید: ہاں! اگر وفاقی شرعی عدالت کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہے تو ضرور ایکشن لینا چاہیے۔

سوال: ہمارے ملک میں مذہبی حوالے سے جب بھی کوئی قانون بنتا ہے تو علمائے کرام سے رائے نہیں لی جاتی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

> اگر اراکین اسمبلی کو سمجھ نہیں تھی کہ یہ بل اسلام کے لحاظ سے کتنا ہولناک جرم ہے تو پہلے انہیں بتایا جائے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ توبہ نہ کریں اور باز نہ آئیں تو ان کی رکنیت معطل ہونی چاہیے

مولانا زاہد الراشدی: دیکھئے! آئین کی اسلامائزیشن کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل ایک دستوری ادارہ ہے اور قانون سازی کرنے والے دستوری طور پر پابند ہیں کہ وہ اسلامی حوالے سے قانون سازی کرتے وقت اس ادارے سے رجوع کریں۔ لیکن جب اسلامی نظریاتی کونسل کو خاطر میں نہیں لایا جاتا تو علماءِ کرام تو بے چارے علماءِ کرام ہیں۔

سراج الحق: حکومتیں جو قانون سازی کرتی ہیں اس میں زیادہ تر بین الاقوامی این جی اوز ان کی شریک کار ہوتی ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو نام نہاد انسانی حقوق کے علمبردار بن کر انسانی حقوق پر ڈاکہ ڈالتے ہیں اور یہ بھی اسی کا ایک تسلسل اور اسی کی ایک کڑی ہے۔

علامہ امین شہیدی: بنیادی طور پر ہم آہستہ آہستہ مغرب کی دی ہوئی امداد کے نتیجے میں مغربیت اور سیکولرازم کی طرف جا رہے ہیں۔ اس لیے اسلام کی قدروں کو پامال کرنے کی زیادہ سے زیادہ کوششیں کی جا رہی ہیں۔ جب آپ اسلامی نظریاتی کونسل بناتے ہیں اور اس کو ایک آئینی ادارہ قرار دیتے ہیں لیکن اس کے بنائے ہوئے اصولوں اور اس کے پاس کردہ قوانین کو آپ ریاست کے قوانین کے طور پر قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ دینی اداروں کو لولی پاپ کے طور پر اور وقتی طور پر ڈسپرین کی گولی کی حیثیت سے دیتے ہیں جس سے تھوڑی دیر کے لیے آفاقہ ہوجاتا ہے اور اس کے بعد آپ ''اپنا'' کام کرتے ہیں۔ دینی جماعتوں کو اس حیثیت کو سمجھنا چاہیے کہ یہ مذہبی جماعتوں، دین اور دیندار طبقے کی توہین ہے۔ لہٰذا دیندار طبقے اور دینی جماعتوں کو اس حوالے سے یکسو ومتحد ہوکر اس صورت حال کا مقابلہ بھی کرنا چاہیے اور میدان میں اتر کر بات بھی کرنی چاہیے۔

سوال: کیا آل پارٹیز کانفرنس بلانے سے یہ مسئلہ حل ہوجائے گا یا اس کو حل کرنے کے لیے کسی تحریک کی نوبت آئے گی؟

سراج الحق: جیسا کہ منیب الرحمان صاحب کا پروگرام ہے اگر وہ اس طرح کی تحریک کا پروگرام رکھتے ہیں تو اس معاملے میں ہم ان کے ساتھ ہیں اور باقی دینی جماعتیں بھی اس حوالے سے کوئی بھی پروگرام کرتی ہیں تو ہم ان کا ساتھ دیں گے۔

علامہ امین شہیدی: اصل چیز یہ ہے کہ سب سے پہلے آپ اس کے خلاف رائے عامہ کو ہموار کریں۔ جب رائے عامہ ہموار ہوجائے تو پھر پریشر بلڈ اپ ہوگا۔ جب پریشر بلڈ اپ ہوگا تو خود بخود اس طرح کے قوانین واپس لے لیے جائیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی ابتدا اس طرح کی کانفرنسز کے نتیجے میں ہوسکتی ہے۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ اس قانون سازی کے مقابلے میں کھڑے ہونے کے مختلف مراحل میں سے اے پی سی پہلا مرحلہ ہوگا۔

سوال: انڈیا میں مسلمانوں کو زبردستی ہندو بنایا جاتا ہے اور یہاں ہندوؤں کو اسلام قبول کرنے سے روکا جا رہا ہے۔ یہ اُلٹ معاملہ کیوں ہے؟

حافظ عاکف سعید: اصل میں ہماری اسلام کے ساتھ commitment بہت کمزور ہوچکی ہے۔ ہم اسلام کو نہ دین کی حیثیت سے سمجھنے کے لیے تیار ہیں اور نہ اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہیں۔ انفرادی طور پر کچھ لوگ اسلام سے مخلص ضرور ہیں مگر بحیثیت مجموعی پوری قوم سیکولرازم کے راستے پر جا رہی ہے۔ جبکہ انڈیا میں ہندو کی اکثریت ہے اور وہاں کی حکومت ہندوازم کو سپورٹ کرتی ہے۔ لیکن ہم یہاں پر اتنے زیادہ روادار ہونا چاہتے ہیں کہ کوئی ہندو اگر یہاں پر مسلمان ہونا چاہے تو ہم اس کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کر رہے ہیں۔ یہ اللہ کے غضب کو دعوت دینے والی حرکتیں ہیں جو اس وقت ہم کر رہے ہیں۔

سوال: تمام علمائے کرام اس بل کو مسترد کر رہے ہیں۔ آپ کیا سمجھتے ہیں ان حالات میں اس بل کو لانا کوئی سازش تو نہیں ہے؟

حافظ عاکف سعید: میرا خیال ہے کہ ہماری نبض کو ٹیسٹ کیا جا رہا ہے۔ بہت ساری چیزیں ہم ہضم کر چکے ہیں۔ دنیا میں پاکستان کے حوالے سے ایک تاثر پایا جاتا ہے کہ یہاں بنسبت دیگر اسلامی ممالک کے دین کے ساتھ لگاؤ اور commitment زیادہ ہے اور یہاں علماء کا اثر نفوذ

بھی ہے۔ لہٰذا ٹیسٹ اصل میں دینی طبقات کو کیا جا رہا ہے۔ حکومت تو ویسے بھی عملی طور پر سیکولر بنیادوں پر چلی آ رہی ہے۔ پہلے دن سے ہی یہاں اسلام کی بجائے سیکولرازم ہی چل رہا ہے۔ اسلام بحیثیت دین سیکولرازم کے بالکل مخالف ہے۔ اس ملک میں اسلام حقیقت میں رائج نہیں ہے۔ صرف دستور کے اندر کچھ لکھا ہوا ہے اسلام کے بارے میں۔ عملاً یہاں پر پورا نظام غیر اسلامی ہے۔ لہٰذا جو اقبال نے کہا تھا کہ ؎

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو !
افغانیوں کی غیرت دیں کا ہے یہ علاج
مُلا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو!

تو اس طریقے سے وہ چیک کر رہے ہیں کہ ہم کتنے کامیاب ہو رہے ہیں اور دینی جماعتیں جو زبان سے اسلام کا دم تو بہت بھرتی ہیں، یہ کس حد تک سرگرم ہیں اور آگے آ سکتی ہیں کہ نہیں آ سکتیں؟

سوال: اگر دینی جماعتیں اس حوالے سے کوئی تحریک چلاتی ہیں تو تنظیم اسلامی ان کا کس حد تک ساتھ دے گی؟

حافظ عاکف سعید: الحمدللہ تنظیم اسلامی کا ایک ریکارڈ ہے اور ایک پوری تاریخ ہے کہ جب بھی دین کے کسی ایشو پر تحریک چلائی گئی ہے تو ہم نے دینی جماعتوں کا ساتھ دیا ہے۔ اس لیے کہ یہی تو کرنے کا کام ہے۔ بلکہ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی طرف سے ہمیشہ دینی جماعتوں کو یہی پیغام جاتا تھا کہ آپ اگر اس ملک میں نفاذ اسلام یا نظامِ مصطفیٰ کے لیے کوئی تحریک چلائیں گے تو ان شاء اللہ آپ کو کامیابی ملے گی۔ کیونکہ جس دینی ایشو پر دینی جماعتوں نے تحریک چلائی ہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کامیابی دی ہے۔ لہٰذا اس رخ پر دینی جماعتیں آ جائیں تو یہاں واقعی اسلام آ سکتا ہے اور اس ملک کا مستقبل سنور سکتا ہے۔ لیکن ہماری دینی جماعتیں الیکشن کی سیاست کے ذریعے یہاں اسلام لانا چاہتی ہیں اور اس راستے پر انہیں اب تک 70 سال ہو چکے ہیں۔ اس کے برعکس تحریک والا تجربہ بڑا کامیاب رہا ہے۔ جیسے تحفظ ناموس رسالت کے ایشو پر چار سال پہلے دینی جماعتیں متحد ہو گئیں تھیں اور دو چار بڑے جلسے ہوئے تو حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پڑے۔ تحریک کے راستے کو اگر اختیار کیا جائے تو پھر اس میں کامیابی کے امکانات بہت زیادہ ہیں۔ لیکن اس کے لیے آپ کو بڑی قربانیاں دینی ہوں گی۔

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی!

دینی جماعتیں تو ہمیشہ اسی بات کا سبق دیتی ہیں کہ ہمیں اسلام کے کے لیے کٹ مرنا چاہیے اور یہی ہماری زندگی کا مقصد ہے۔ مفتی منیب صاحب نے تحریک کی بات کی ہے کہ علماء و خطباء کے ذریعے awareness پیدا کریں۔ یقیناً یہ تحریک کا پہلا step ہوتا ہے۔ لیکن تحریک تب بنتی ہے جب اس کے بعد آپ اپنے حقوق کے لیے کھڑے بھی ہو جائیں۔ جب کھڑے ہو جائیں گے تو پھر معاملہ صحیح رخ پر آ جائے گا۔ بہرحال اب بھی اگر ہم نہ جاگے تو ابلیسی قوتیں اس سے بہت خوش ہوں گی کہ پاکستان کو بھی ہم نے اسلامی معاملات میں ٹھنڈی راکھ بنا دیا ہے اور اب اس کے اندر شاید کوئی چنگاری باقی نہیں رہی۔

سوال: یہ بل ایک ہندو رکن نے پیش کیا اور مسلمان اراکین نے اس کی حمایت کی۔ چونکہ یہ بل غیر آئینی تھا لہٰذا کیا سزا کے طور پر ان مسلمان اراکین کی رکنیت معطل نہیں ہونی چاہیے؟

> **حکومتیں جو قانون سازی کرتی ہیں اس میں زیادہ تر بین الاقوامی این جی اوز انوالو ہوتی ہیں اور یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو نام نہاد انسانی حقوق کے علمبردار بن کر انسانی حقوق پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔**

حافظ عاکف سعید: اصولی طور پر اگر انہوں نے نادانستہ طور پر ایسا کیا ہے، یعنی اگر انہیں سمجھ نہیں تھی کہ اسلام کے اعتبار سے یہ کتنا ہولناک جرم ہے، انہیں اس کا اندازہ ہی نہیں تھا تو پھر انہیں بتایا جائے اور اس کے بعد بھی اگر وہ توبہ نہ کریں اور باز نہ آئیں تو اسلامی ریاست میں ان کی رکنیت معطل ہونی چاہیے۔ لیکن بدقسمتی سے عملاً ہمارے ہاں ایسا نہیں ہو رہا۔ کہنے کو تو ہمارے دستور میں بھی لکھا ہوا ہے کہ کوئی قانون سازی قرآن و سنت کے خلاف نہیں کی جا سکتی لیکن سینکڑوں غیر اسلامی قوانین اس ملک میں چل رہے ہیں۔ اور ہماری اسمبلیاں انہیں پاس کر رہی ہیں۔ اگر اس شق کو مان لیا جائے کہ اس ملک میں قرآن و سنت کے خلاف قانون سازی نہیں ہو سکتی تو سب سے پہلے جو بھی اسمبلی میں قانون سازی کی جائے اسے اسلامی نظریاتی کونسل یا وفاقی شرعی عدالت کے سامنے پیش کیا جانا چاہیے کہ کہیں یہ قرآن و سنت کے منافی تو نہیں ہے۔ لیکن اس طرف کوئی پیش قدمی نہیں ہے اور ہم مسلسل زوال کی طرف آگے بڑھ رہے ہیں۔

سوال: اسلامی نظریاتی کونسل تو دوسری چیزوں میں اُلجھی ہوئی ہے کیا آپ کے خیال میں اسلامی نظریاتی کونسل کا رول ٹھیک ہے؟

حافظ عاکف سعید: یہ بھی ایک بہت بڑا المیہ ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل جب بنی تھی تو وہ ایک سچا اسلامی ادارہ تھا۔ اس میں تمام مسالک کے علماء کو بٹھایا گیا تھا۔ لیکن پرویز مشرف کے دور میں اسلامی نظریاتی کونسل میں ایسے لوگ لائے گئے جو انکارِ سنت و حدیث کے مرتکب ہیں اور ان کی سیاسی تقرریاں ہوئی ہیں اور دانستہ ایسے افراد بیچ میں ڈالے گئے۔ اگرچہ اس کے بعد کچھ اصلاح ہوئی ہے لیکن وہ پراپر نہیں ہوئی۔ لہٰذا اس وقت کونسل کے ادارے کو ریفارم کرنے اور آئیڈیل شکل میں لانے کی ضرورت ہے۔ نظام ہمارا بہت اچھا بنا تھا لیکن اس پر عمل بالکل نہیں ہوا۔ اگر عمل نہیں ہوا یا اوپر کا طبقہ عمل نہیں کرنا چاہتا تو علماء کو مل بیٹھ کر ان کو سیدھا کرنے کا کوئی لائحہ عمل بنانا چاہیے لیکن بدقسمتی سے اس پر بھی کوئی توجہ نہیں ہے۔

سوال: ہمارے ملک میں غیر اسلامی تہواروں اور رسومات کا سلسلہ دن بدن بڑھتا چلا جا رہا ہے، آپ کے خیال میں اس کا کیا حل ہے؟

حافظ عاکف سعید: ان تمام چیزوں کا سبب یہ ہے کہ ہم حکومتی لیول پر سیکولرازم کو ہی پروموٹ کر رہے ہیں۔ اور سیکولرازم اسلام کی نفی ہے۔ یہ دو تلواریں ایک نیام میں نہیں سما سکتیں۔ یعنی ایک ہی جگہ پر یا اسلام رہ سکتا ہے یا سیکولرازم۔ اسلام کا مطلب یہ ہے کہ پورا نظام اللہ کے بتائے ہوئے قوانین پر چلے گا اور سیکولرازم اس کی ٹوٹل نفی کرتا ہے۔ ہم بدقسمتی سے سیکولرازم کی پٹڑی پر جا رہے ہیں اور وہ سفر آگے سے آگے جا رہا ہے اور مسلسل اسی رخ پر ہماری ترقی ہو رہی ہے۔ جس کی وجہ سے غیر اسلامی تہوار و رسومات عوام کے لیے قبولِ عام کا درجہ حاصل کر رہی ہیں۔ پہلے کچھ حیا کا معاملہ ہوتا تھا۔ ٹی وی کا ایک دور وہ تھا جو پرویز مشرف سے پہلے کا ہے لیکن اب یہاں ٹی وی چینلز کہاں تک پہنچ چکے ہیں اور پوری قوم اس کو برداشت کر رہی ہے۔ پہلے ایسے مناظر دکھائے جاتے تھے تو قوم چیخ اُٹھتی تھی لیکن اب کوئی مسئلہ ہی نہیں بلکہ آگے کے منتظر ہیں کہ ہم اس سے بھی آگے پہنچیں۔ یہ سفر جاری رہے گا جب تک صحیح اسلام یہاں نافذ نہیں ہوتا۔ اسلام دشمن قوتیں پیچھے سے پلاننگ کر رہی ہیں کہ کیسے ہمارے دل سے روحِ محمدیؐ نکال دی جائے اور اسے اپنے ڈھب پر لے آئیں۔ وہ اس میں بہت کامیاب ہیں اور ہماری دینی قیادتوں کو شاید اس کا شعور نہیں یا وہ اس پر سوچنے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ مل بیٹھیں اور سوچیں کہ اس کا توڑ کیسے کیا جا سکتا ہے۔ اگر پاکستان واقعی ایک اسلامی ریاست ہوتی تو یہاں کسی ہندو، عیسائی، قادیانی (باقی صفحہ 7 پر)

قارئین پروگرام "زمانہ گواہ ہے" کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

اسوۂ حسنہ اور ہمارا معاشرہ

مولانا محمد اسماعیل ریحان

’’ایک بوڑھا شخص اور اس کی بوڑھی اہلیہ اپنے گھر میں لاچار پڑے تھے۔ فاقہ کشی اور بیماری نے انہیں صاحب فراش کر دیا تھا۔ بسترِ مرگ پر وہ کسی کو اپنی عیادت کے لیے بلا بھی نہ سکے۔ کئی دنوں بعد پڑوسیوں نے شک ہونے پر گھر کا دروازہ توڑا تو اندر سے دونوں کی لاشیں برآمد ہوئیں۔‘‘ یہ ایک ایسے محلے کی ایک سچی خبر ہے، جس کے باسیوں کو ان کے پیغمبر ﷺ یہ کہہ گئے تھے کہ وہ شخص ہرگز مؤمن نہیں جو پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔ اس محلے میں رہنے والے سبھی مسلمان ہیں۔ باتوں باتوں میں سبھی عاشقِ رسالت ہونے کا دعویٰ بھی کر دیں گے۔ یہاں ربیع الاول میں سیرت کے جلسے اور نعتوں کے پروگرام بھی ہوتے ہیں، مگر کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان لوگوں کو حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات سے کچھ واسطہ ہے، جن کے پڑوس میں دو انسانوں نے فقط ان کی بے حسی کی وجہ سے دم توڑ دیا۔

ایک چودہ پندرہ سالہ بچی جو یتیم ہوگئی، اسے سرپرستی کے نام پر نام نہاد عزیزوں اور حقیقت میں درندوں سے بڑھ کر ہوس پرستوں نے عصمت فروشی پر مجبور کر دیا۔ صرف اس لیے تاکہ انہیں اس کی کفالت پر اپنے پلے سے کچھ خرچ نہ کرنا پڑے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو اس اُمت کی طرف منسوب کرتے ہیں جس کے سربراہِ اعظم ﷺ نے اپنی دونوں انگلیاں ملا کر فرمایا تھا کہ میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا قیامت کے دن اس طرح (ساتھ ساتھ) ہوں گے۔

اسی معاشرے میں ایک بہت بڑا گروہ جعلی ادویات بنا رہا ہے۔ صحت کے نام پر انسانی جانوں سے کھیل رہا ہے۔ اسی معاشرے میں ہزاروں جعلی عامل، بابے اور پہنچے ہوئے لوگ پنپ رہے ہیں۔ یہ غیب دانی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ بگڑی بنانے کی بڑ ہانکتے ہیں۔ شعبدوں کو اپنے فانی فی اللہ باقی باللہ ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں، کوئی انڈوں سے سوئیاں نکال کر ثابت کرتا ہے کہ وہ حقیقی ولی ہے۔ کوئی غلیظ گالیاں دے کر باور کراتا ہے کہ یہ بھی ’’فیض‘‘ کی ایک شکل ہے۔ اسی معاشرے میں حلال گوشت کے نام پر مردہ بھینسوں ہی نہیں، بلکہ گدھے اور کتوں تک کا گوشت کھلے عام فروخت کیا جا رہا ہے۔ اسی معاشرے میں جہاں ہم مضر صحت بناسپتی گھی اور کوکنگ آئل کا رونا روتے تھے، اب غلیظ خون اور متعفن آلائشوں سے خردنی تیل بنانے کی فیکٹریاں کام کر رہی ہیں۔ یہ سب کام قانون کے محافظ اداروں کی سرپرستی میں ہو رہا ہے۔ ایسے لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہلواتے ہیں۔ بات بات پر اللہ کی قسم کھاتے ہیں، رسول اللہ ﷺ اور قرآن کا حوالہ دیتے ہیں، مگر کیا واقعی ان میں کوئی بات مسلمانوں والی ہے؟ کیا اقبال کا یہ شعر ایسے ہی لوگوں پر صادق نہیں آتا......

وضع میں تم ہو نصاریٰ، تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں! جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود!

یہ سب وہ لوگ ہیں جو اپنی ان کارروائیوں سے الگ کیے جائیں تو ایک عام سیدھے سادے مسلمان دکھائی دیتے ہیں۔ مسجد کا چکر بھی لگا لیتے ہیں۔ مدرسے کے لیے چندہ بھی دے دیتے ہیں۔ گھر پر قرآن خوانی کے لیے مکتب کے بچوں کو بلوا کر مولوی صاحب سے دعائیں بھی لے لیتے ہیں۔ محرم کی مجلسِ عزا اور ربیع الاول میں چراغاں اور میلاد کرانے میں بھی پیش پیش رہتے ہیں۔ مزاروں پر جا کر دھمال بھی ڈالتے ہیں، مگر جس طرح یہ انسانی معاشرے کو برباد کر رہے ہیں، اسے دیکھتے ہوئے کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان کا حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات پر واقعی ایمان ہے؟ وہ تعلیمات جن کا حاصل دو چیزیں نکلتی ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ اور جن کی تعلیمات میں یہ وضاحت جگہ جگہ موجود ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے حقوق کی بابت تو نرمی کا معاملہ فرما لیں گے اور جسے چاہیں گے، اس بارے میں معاف کر دیں گے، مگر انسانی حقوق کے حساب میں کوئی رعایت نہیں ہوگی۔ اس میں کوتاہی کرنے والوں کی نمازیں، روزے، حج اور صدقے دھرے رہ جائیں گے۔ اگر کسی نے کسی پر زیادتی کی ہوگی تو اس کے بدلے میں اپنے اعمالِ صالحہ کا بہت بڑا حصہ دینا پڑے گا۔ پھر بھی حساب برابر ہوا تو مظلوم کے گناہوں سے کٹوتی کر کے اس ظالم کے حساب میں ڈالی جائے گی۔ یہاں تک کہ وہ مظلوم اپنی حق تلفی کے بدلے نیکیوں کا عظیم ذخیرہ لیے جنت کا حق دار بن جائے گا اور وہ ظالم اپنی زیادتیوں کی وجہ سے اس مظلوم کے گناہوں کو بھی اپنے سر لیے جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔

یہ وہ بدقسمت لوگ ہوں گے جنہیں نطقِ رسالت نے ’’حقیقی مفلس‘‘ قرار دیا ہے۔ ایک لمحے کے لیے سوچیے، کہیں آج ہم بھی ایسے کسی کام میں تو ملوث نہیں جو خدانخواستہ قیامت کے دن ہمیں اسی انجام سے دوچار کر دے۔ ربیع الاول کے مہینے میں، جبکہ ہر طرف سیرت کے جلسے ہو رہے ہیں، حضور اکرم ﷺ کی سیرت کے مختلف گوشے سنے اور سنائے جا رہے ہیں، ہمیں سب سے زیادہ اس نکتے پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ آخر ہم یہ منافقانہ رویے کب چھوڑیں گے؟ اور جو کچھ ہم کر رہے ہیں اس کا نقصان ہو رہا ہے یا فائدہ؟ اگر ہمارے دلوں میں حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ عالی کی واقعی کوئی عزت و تکریم ہے تو اس کا اظہار ہمارے عمل سے ہونا چاہیے۔ ہمیں اپنی روش بدلنا ہوگی ورنہ جھنڈیاں لگا لینا، چراغاں کر دینا یا نعتوں اور قوالیوں پر جھوم جھوم کر داد دے دینا، قیامت کے دن ہمارے کچھ کام نہیں آئے گا۔ اٹھیے! پہلے خود کو بدلیے اور پھر معاشرے کو حقیقی اسلامی معاشرہ بنانے کے لیے کچھ کیجیے۔ جب اپنا احتساب اور معاشرے میں پنپنے والی کالی بھیڑوں کا حساب ہوگا تب ہی ہم اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوں گے۔ جب اخلاقِ مصطفوی کا حقیقی مظاہرہ ہوگا، جب اپنوں ہی نہیں پرایوں کی بھی جان و مال، صحت و عافیت اور عزت و عصمت کی حفاظت ہم اپنا فرض سمجھیں گے، تب ہی ہم خود محمدی کہلوانے کے قابل ہوں گے۔

❀❀❀

احتساب

مولانا محمد اسلم رحمۃ اللہ علیہ

اسلامی تعلیمات میں سے ایک اہم تعلیم ''احتساب'' کی بھی ہے اور یہ ہمارے آقا ﷺ کے اخلاق میں سے ایک نمایاں خلق بھی ہے۔ ''احتساب'' کا لفظ پڑھتے اور سنتے ہی ہمارے ذہن میں محاسبہ کا معنی آتا ہے اور چونکہ ہم آئے دن اخبارات میں اقتدار سے محروم کیے جانے والے سیاست دانوں اور لیڈروں کے احتساب کے بارے میں اپنے حاضر ڈیوٹی حکمرانوں کے تہلکہ خیز بیانات پڑھتے رہتے ہیں، اس لیے ہمارے ذہنوں میں ''احتساب'' محاسبہ اور گرفت کا معنی راسخ ہو چکا ہے۔ جبکہ عربی زبان میں ''احتساب'' کے دو معنی زیادہ مشہور ہیں: شمار کرنا اور کافی ہو جانا۔ (مقاییس اللغۃ:2/6)

قرآن کریم کی آیت کا وہ مشہور ٹکڑا جسے وظیفہ کے طور پر بھی پڑھا جاتا ہے: ﴿حسبنا اللہ ونعم الوکیل﴾ اس میں ''حسبنا'' کفایت ہی کے معنی میں ہے یعنی ''ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔'' (آل عمران:173)

کتاب وسنت میں ''احتساب'' کا لفظ عام طور پر طلب اجر اور رضاء الٰہی کے لیے استعمال ہوتا ہے، کسی بھی عبادت اور نیک عمل میں صرف رضاء الٰہی کی نیت کرنا اور مصائب و امراض میں طلب اجر کی نیت سے صبر کرنا ''احتساب'' کہلاتا ہے۔ (النہایۃ لابن اثیر:4) قرآن کریم میں اگرچہ ''احتساب'' کا لفظ تو نہیں آیا ہے لیکن مذکورہ بالا مفہوم کو ادا کرنے والی آیات بے شمار ہیں، مثال کے طور پر سورۂ رعد کی آیت 22 ہی کو لے لیجیے جس میں فرمایا گیا ہے:

''اور وہ لوگ جو اپنے رب کی رضا حاصل کرنے کے لیے صبر کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خفیہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں اور برائی کو اچھائی کے ساتھ دور کرتے ہیں ان کے لیے آخرت کا اچھا انجام ہے۔''

کہا جا سکتا ہے کہ اس آیت کریمہ میں ''احتساب'' کی تعلیم دی گئی ہے۔

یونہی سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یہ جو حکم دیا ہے ''اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجیے جنہیں جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں یقیناً ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے خصوصی رحمتیں بھی نازل ہوتی ہیں اور عمومی رحمتیں بھی نازل ہوتی ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں'' (البقرۃ:107,106)

تو یہاں بھی ''احتساب'' والوں ہی کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سورۂ بقرہ کی مذکورہ آیات کے حوالے سے فرماتے تھے کہ ''جو شخص ایک مصیبت میں تین انعامات الٰہی حاصل کرنا چاہتا ہے وہ ''احتساب'' کے ذریعہ حاصل کر سکتا ہے یعنی خصوصی رحمت، عمومی رحمت اور ہدایت، کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چیز اپنے ذمہ لے لیتا ہے وہ ضرور عطا کرتا ہے''

جب اس نے مصیبت اور پریشانی میں خالص اسی کی رضاء کے لیے صبر کرنے والوں کے ساتھ تین انعامات کا وعدہ کیا ہے تو یقیناً وہ یہ تین انعامات عطا کرے گا۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ قرآن کریم میں ''احتساب'' کا لفظ صراحۃً نہیں آیا ہے، البتہ احادیث میں یہ لفظ بار بار آیا ہے۔ مسند احمد کی وہ مشہور روایت آپ نے ضرور سنی ہو گی جس میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے فرض کیے ہیں جبکہ میں نے اس کے قیام کا حکم دیا ہے: ''فمن صامہ وقامہ احتساباً'' جو شخص رضاء الٰہی کے لیے اس کے روزے رکھے گا اور قیام کرے گا وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو جائے گا جیسے اس دن پاک تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔'' اسی سے ملتے جلتے الفاظ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی اس روایت میں بھی ہیں جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اب تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے یہ حقیقت بھی سمجھ آ گئی ہو گی کہ احتساب کا تعلق ظاہر سے زیادہ باطن کے ساتھ ہے اور اس کا مفہوم اخلاص کے بہت قریب اور مشابہ ہے۔ ''احتساب'' کی وجہ سے ایسے مباح اعمال بھی عبادت بن جاتے ہیں جنہیں بظاہر انسان دنیوی ذمہ داری کے طور پر بجا لاتا ہے۔ اہل وعیال کے نان نفقہ ہی کو لے لیجیے یہ ہر شخص کی شرعی، اخلاقی اور معاشرتی ذمہ داری ہے، لیکن جب وہ اپنے بیوی بچوں پر ارشاد باری تعالیٰ کی تعمیل اور رضاء الٰہی کے حصول کی خاطر خرچ کرتا ہے تو اس ازدواجی فریضہ کی ادائیگی کو بھی صدقہ اور نیکی شمار کیا جاتا ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب مسلمان اپنے اہل وعیال پر ''احتساب'' (طلب ثواب کی نیت) سے خرچ کرتا ہے تو اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے۔'' (مسلم)

یہی حال مصائب اور حوادث کا ہے، جب کسی حادثہ یا مصیبت کے پیش آنے کی صورت میں کوئی شخص طلب ثواب کی نیت کر لیتا ہے تو بارگاہ الوہیت سے اسے جنت کی بشارت سنائی جاتی ہے۔ ابن ماجہ میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے آقا ﷺ نے فرمایا: ''اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے: ''اے آدم کے بیٹے! اگر تو نے پہلے صدمہ کے وقت صبر کیا اور طلب ثواب کی نیت کی تو میں تیرے لیے جنت کے علاوہ کسی بدلے پر راضی نہیں ہوں گا۔'' (ابن ماجہ)

اللہ کی طرف سے جو مصیبت آنے والی ہے، اسے انسان ٹال تو نہیں سکتا البتہ اگر وہ رضا بالقضاء اور طلب ثواب کی نیت کر لے تو اس کے حق میں یہ مصیبت، رحمت اور راحت بن سکتی ہے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کسی کے بیٹے کا انتقال ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرشتوں سے سوال کرتا ہے کہ تم نے میرے بندے کے بیٹے کی روح قبض کر لی؟ وہ اثبات میں جواب دیتے ہیں۔ اللہ دوبارہ پوچھتا ہے کیا تم نے میرے بندے کے لخت جگر کو موت دے دی؟ فرشتے عرض کرتے ہیں جی ہاں! پھر رب تعالیٰ دریافت فرماتا ہے: (جب تم نے ایسا کیا) میرا بندہ کیا کہہ رہا تھا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ آپ کی تعریف کر رہا تھا اور ''انا للہ'' پڑھ رہا تھا، اللہ فرماتے ہیں: ''میرے بندے کے لیے جنت میں ایک گھر تعمیر کر دو اور اس کا نام رکھ دو ''بیت الحمد'' (جامع ترمذی)

مختصر یہ کہ ''احتساب'' اللہ کی محبت اور رضا تک پہنچانے والا راستہ ہے، ایمان کے کمال اور اسلام کے حسن کی دلیل ہے، جنت کے حصول اور جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ ہے، احتساب کی وجہ سے دارین کی سعادت حاصل ہوتی ہے، مصائب کا برداشت کرنا نہ صرف آسان ہو جاتا ہے بلکہ ان پر اجر وثواب بھی حاصل ہوتا ہے۔ احتساب کی وجہ سے ریا سے بچاؤ ہو جاتا ہے اور پروردگار پر اعتماد اور اس کے ساتھ حسن ظن میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

دنیا میں نبی اکرم ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کا سب سے بڑا مظہر اسلامی نظام ہے۔ آج پوری دنیا میں اُمت عزت و تکریم سے محروم اور ذلیل و خوار اس لیے ہے کہ اس نے اس رحمت کو خود ٹھکرا دیا ہے: حافظ عاکف سعید

دنیا سے ظلم اور درندگی کا خاتمہ کرنا اُمت کی ذمہ داری ہے اور یہ ذمہ داری اُس صورت میں ادا ہوگی جب اُمت آپ ؐ کی وراثت کو دوبارہ دنیا میں قائم کرے گی: عبدالرؤف فاروقی

اگر ہم چاہتے ہیں کہ پاکستانی معاشرے پر دین غالب ہو اور زندگی کے ہر گوشے میں اُسوہ کے مطابق عمل ہو تو یہ ممکن نہیں ہے جب تک کہ ہم دین کو غالب نہیں کرتے: زاہد اقبال

آج اُمت آپ ؐ کے مشن اور اپنے منصب کو بھول کر دنیا میں ذلیل و خوار ہے جبکہ غیر مسلم اقوام آپ ؐ کے قائم کیے ہوئے سنہری اصولوں کے ثمرات سمیٹ رہی ہیں: خورشید انجم

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام رحمۃ للعالمین ﷺ کانفرنس 12 دسمبر (12 ربیع الاول) کو قرآن آڈیٹوریم 191 اتا ترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور میں منعقد ہوئی۔ صدارت امیر تنظیم اسلامی پاکستان حافظ عاکف سعید نے کی جبکہ سٹیج سیکرٹری کے فرائض ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی مرزا ایوب بیگ صاحب نے سرانجام دیئے۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ جناب قاری احمد ہاشمی نے تلاوت کی سعادت حاصل کی اور ترجمہ سنایا۔ اس کے بعد سید کلیم شاہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں ہدیہ نعت پیش کیا۔ اس کے بعد سٹیج سیکرٹری جناب ایوب بیگ مرزا صاحب نے فارسی اور اردو اشعار سے محفل کو گرماتے ہوتے باری باری مہمان مقررین اور جناب صدر کو دعوت خطاب دی۔ جنھوں نے آنحضرت ﷺ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار کیا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

خورشید انجم (مرکزی ناظم دعوت و تربیت تنظیم اسلامی پاکستان): سیرت کا موضوع اتنا وسیع ہے کہ اس کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ لہٰذا جتنا بھی کچھ کہیں چھوٹا منہ بڑی بات کے مصداق ہوگا۔ آپ رحمۃ للعالمین ہیں، جوں جوں کائنات پھیلتی جارہی ہے آپ ؐ کا ذکر بھی وسیع تر ہوتا جارہا ہے۔ آپ ؐ زندگی کے ہر شعبہ کے لیے ایک ایسا نمونہ ہیں جو کہ ہر لحاظ سے کامل ہے اور اس میں ہر لحاظ سے جامعیت ہے۔ اُمت کو آپ ؐ کی طرف سے جو مشن ملا ہے وہ یہ ہے کہ دین حق کو تمام ادیان پر غالب کرے اور نہی عن المنکر و امر بالمعروف اس اُمت کا منصب ہے۔ آج اُمت آپ ؐ کے مشن اور اپنے منصب کو بھول کر دنیا میں ذلیل و خوار ہے جبکہ دیگر اقوام آپ ؐ کے قائم کیے ہوئے سنہری اُصولوں کے ثمرات سمیٹ رہی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے منصب کو پہچانیں اور آپ ؐ کے اُسوہ کو مضبوطی سے تھام لیں۔

مولانا زاہد اقبال (استاد جامعۃ الحمید، لاہور): جیسے اسلام ایک کامل دین ہے ایسے ہی آپ ؐ کا اُسوہ کامل ہے۔ آپ ؐ کی زندگی قرآن کی کامل تشریح ہے۔ آپ ؐ نے دین کو عملی طور پر نافذ کر کے دکھایا تب قرآن کی تعلیمات کی تشریح ممکن ہوئی۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ پاکستانی معاشرے پر دین غالب ہو اور زندگی کے ہر گوشے میں اُسوہ کے مطابق عمل ہو تو یہ ممکن نہیں ہے جب تک کہ ہم دین کو غالب نہیں کرتے۔ اگر ہم کہیں کہ اسلام کو نافذ کیے بغیر ہم انفرادی اور اجتماعی زندگی کو اُسوہ کے مطابق ڈھال لیں گے تو یہ ناممکن ہے۔ آپ ﷺ سے محبت کا دعویٰ عمل سے ثابت ہوگا۔ جو اولاد ماں باپ کا کہنا نہ مانے وہ نافرمان کہلاتی ہے۔ اگر ہماری زندگی سنت اور سیرت کے خلاف ہو تو ہم آپ ؐ کے فرمان بردار کیسے ہوسکتے ہیں۔ لہٰذا مومن وہی ہے جس کی زندگی اُسوہ رسول ﷺ کے مطابق ہو۔ جو آپ ؐ کے اُسوہ پر نہ چلے وہ مومن نہیں ہوسکتا۔

عبدالرؤف فاروقی (جنرل سیکرٹری جمعیت علمائے اسلام (س)): تنظیم اسلامی پر اللہ کی رحمت ہو جو وقتاً فوقتاً ہمیں ہمارا بھولا ہوا سبق یاد دلاتی رہتی ہے۔ یہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی طرف سے صدقہ جاریہ ہے جنھوں نے اس کی اس وقت بنیاد رکھی جب ہماری اکثریت اس سبق کو بھول چکی تھی۔ رحمۃ للعالمین کانفرنس کا انعقاد کر کے تنظیم اسلامی نے ایک بار پھر ہمیں اصل سبق کی یاددہانی کرائی ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو پوری انسانیت اور مخلوق خدا کے لیے رحمت ہے۔ یہاں تک کہ مدینہ میں جب ایک غیر مسلم عورت کو کسی یہودی نے چھیڑا تو اس عورت نے اپنے خاندان اور قبیلے کو پکارنے کی بجائے آپ ﷺ کو پکارا۔ اسی طرح جب ایک صحابیؓ نے کسی چڑیا کے بچے اُٹھا لیے تو آپ ؐ نے مضطرب ہو کر فرمایا کہ لے جاؤ ان کو وہیں چھوڑ کر آؤ جہاں سے اُٹھائے ہیں۔ آپ ؐ رحمت کا ایک پورا نظام وراثت میں چھوڑ کر گئے تھے۔ جو دنیا میں جہاں تک پھیلا امن ہی امن ہوگیا اور ظلم و استحصال مٹ گیا۔ آج پوری اُمت پس رہی ہے۔ برما، فلسطین، کشمیر اور شام میں خون کی ہولی کھیلی جارہی ہے۔ حتیٰ کہ ہم خود 100 سال سے ظالمانہ نظام کے شکنجے میں ہیں۔ آج دنیا میں ظلم اور درندگی کا دوردورہ ہے۔ اس کو ختم کرنا اُمت کی ذمہ داری ہے اور یہ ذمہ داری اس وقت پوری ہوگی جب اُمت آپ ؐ کی وراثت کو دوبارہ دنیا میں قائم کرے گی۔

حافظ عاکف سعید (امیر تنظیم اسلامی پاکستان) نے مہمان مقررین اور شرکاء کا شکریہ ادا کیا اور اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا:
آپ ﷺ کے اُسوہ کا سب سے اہم پہلو رحمت ہے اور آج اُمت اِس رحمت سے محروم ہے۔ جبکہ غیر مسلم دنیا میں عیش کر رہے ہیں۔ بقول اقبال:

رحمتیں ہیں تیری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر

اس کی اصل اور بنیادی وجہ حدیث کی روشنی میں یہی ہے کہ ہم نے خود اس رحمت کو ٹھکرا دیا ہوا ہے۔ حدیث کے مطابق رحمت (جنت) کو ٹھکرانے والے وہی لوگ ہوں گے جو آپ ؐ کے اُسوہ پر نہ چلیں۔ آپ ﷺ کو دو چیزیں دے کر بھیجا گیا ہے۔ الہدیٰ اور دین حق۔ قرآن

اللہ تعالیٰ کی رحمت اوراس کے فضل کا حاصل ہے جبکہ دین حق آپؐ کی رحمۃ للعالمینی کا مظہر ہے۔ آج پوری دنیا میں مسلمان رحمت سے محروم اور ذلیل وخوار اس لیے ہیں کہ انہوں نے قرآن کو چھوڑ دیا اور دین حق 57 اسلامی ممالک میں سے کسی ایک میں بھی نافذ نہیں ہے۔ انگریزوں نے برصغیر میں مسلمانوں کی حکومت ختم کرتے ہی اسلامی آئین معطل کر کے ملکہ وکٹوریہ کا نظام نافذ کر دیا تھا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ انگریزوں سے آزادی حاصل کرتے ہی ہم بھی فوری طور پر انگریز کے مسلط کیے ہوئے غاصبانہ اور ظالمانہ نظام کو ٹھوکر مار کر اسلامی نظام نافذ کرتے مگر بجائے اس کے 70 سال گزرنے کے باوجود آج تک ہم نے ملکہ وکٹوریہ کے قانون اور نظام کو سینے سے لگایا ہوا ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل 1956ء میں اسی لیے بنائی گئی تھی کہ پاکستان کے آئین میں شامل غیر اسلامی دفعات کو اسلامائز کیا جائے۔ اس نے 4000 شقوں کی نشاندہی کی۔ لیکن اس پر پارلیمنٹ میں کبھی گفتگو ہی نہیں ہوتی۔ اسی طرح ہمارے آئین میں شامل ہے کہ ریاست کا مذہب اسلام ہوگا اور پاکستان کے شہریوں کو اسلامی طرز زندگی اپنانے کی ترغیب دینا اور اس حوالہ سے اُن کی مدد کرنا حکومتِ وقت کی ذمہ داری ہوگی مگر آج پاکستان میں اسلام کا راستہ روکا جا رہا ہے۔ بھارت ایک غیر مسلم ملک ہے وہاں پھر بھی مسلمان دین سے زیادہ قریب ہیں اور دینی شعائر کی خلاف ورزی کے حوالہ سے زیادہ حساس ہیں جبکہ اسلام کے نام پر بننے والے اس ملک میں اسلام بالکل ٹھکرا دیا گیا ہے۔ لہٰذا آج ہم مظلوم ومغلوب اسی لیے ہیں کہ ہم نے خود رحمت کو ٹھکرا دیا ہے۔ بلکہ ہم ہر وہ کام کر رہے ہیں جس سے رحمت دور ہو جائے۔ سندھ اسمبلی کا پاس کردہ نیا قانون اس کی ایک ادنیٰ مثال ہے۔ عادلانہ اور منصفانہ نظام صرف اللہ ہی دے سکتا ہے۔ کوئی انسان بنائے گا تو وہ کسی نہ کسی کے حق میں ضرور ڈنڈی مارے گا۔ حضور ﷺ نے دین قائم کر کے دکھایا تو دنیا نے بھی مانا کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔ دنیا میں رحمۃ للعالمینی کا سب سے بڑا مظہر اسلام کا عادلانہ نظام ہے۔ اسلامی نظام کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ شیطانیت کو دباتا ہے اور روحانی کردار کو اُبھارتا ہے جبکہ باطل سرمایہ دارانہ نظام حیوانیت کو فروغ دیتا ہے۔ لہٰذا اسلامی نظام اگر قائم ہے تو دنیا اور آخرت دونوں میں رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ ﷺ کی رحمۃ للعالمینی سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

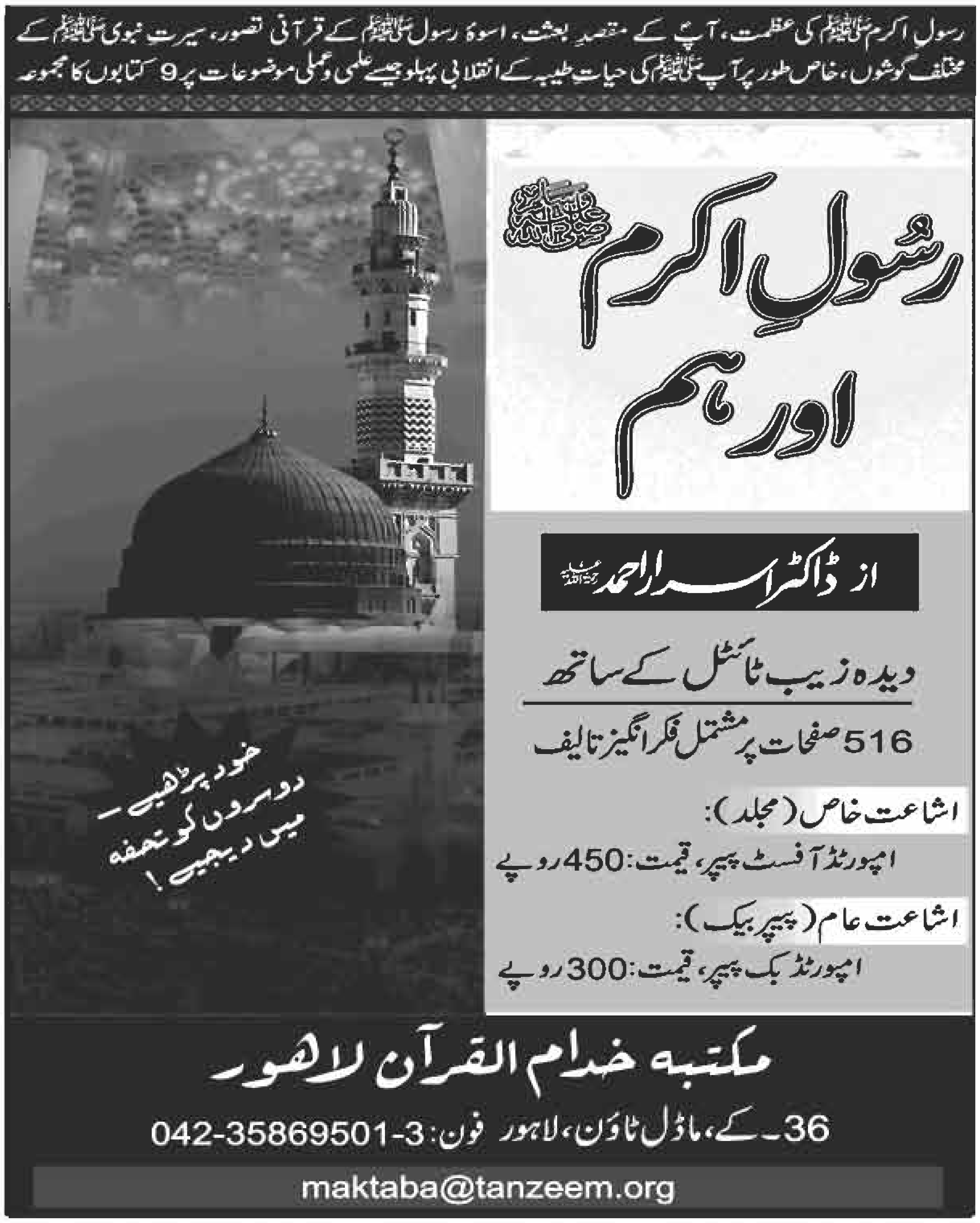

Reasons why the Palestinians want to sue Britain 99 years since the Balfour Declaration

<u>Written by</u>: Ramzy Baroud

Last July, the Palestinian Authority took the unexpected, although belated step of seeking Arab backing in suing Britain over the Balfour Declaration. That 'declaration' was the first ever explicit commitment made by Britain, and the West in general, to establish a Jewish homeland atop an existing Palestinian homeland.

It is too early to tell whether the Arab League would heed the Palestinian call, or if the PA would even follow through, especially considering that the latter has the habit of making too many proclamations backed by little or no action. However, it seems that the next year will witness a significant tug of war regarding the Balfour Declaration, the 100th anniversary of which will be commemorated on November 02, 2017.

But who is Balfour, what is the Balfour Declaration and why does all of this matter today?

Britain's Foreign Secretary from late 1916, Arthur James Balfour, had pledged Palestine to another people. That promise was made on November 02, 1917 on behalf of the British government in the form of a letter sent to the leader of the Jewish community in Britain, Walter Rothschild.

At the time, Britain was not even in control of Palestine, which was still part of the Ottoman Empire. Either way, Palestine was never Balfour's to so casually transfer to anyone else. His letter read: *"His Majesty's government view with favour the establishment in Palestine of a national home for the Jewish people, and will use their best endeavours to facilitate the achievement of this object, it being clearly understood that nothing shall be done which may prejudice the civil and religious rights of existing non-Jewish communities in Palestine, or the rights and political status enjoyed by Jews in any other country."* He concluded, *"I should be grateful if you would bring this declaration to the knowledge of the Zionist Federation."*

Balfour was hardly acting on his own. True, the Declaration bears his name, yet, in reality, he was a loyal agent of an Empire with massive geopolitical designs, not only concerning Palestine alone, but with Palestine as part of a larger Arab landscape. Only a year earlier, another sinister document was introduced, albeit secretly. It was endorsed by another top British diplomat, Mark Sykes and, on behalf of France, by François Georges-Picot. The Russians were informed of the agreement, as they too had received a piece of the Ottoman cake.

The document indicated that, once the Ottomans were soundly defeated, their territories, including Palestine, would be split among the prospective victorious parties.

The Sykes-Picot Agreement, also known as the 'Asia Minor Agreement', was signed in secret one hundred years ago, two years into World War I. It signified the brutal nature of colonial powers that rarely associated land and resources with people who lived upon or owned them. The centerpiece of the agreement was a map that was marked with straight lines by a China graph pencil. The map largely determined the fate of the Arabs, dividing them in accordance with various haphazard assumptions of tribal and sectarian lines.

The improvised map consisted not only of lines but also colours, along with language that attested to the fact that the two countries viewed the Arab region purely on materialistic terms, without paying the slightest attention to the possible repercussions of slicing up entire civilizations with a multifarious history of co-operation and conflict. The Sykes-Picot negotiations were completed in March 1916 and, although official, was secretly signed on May 19, 1916. WWI concluded on November 11, 1918, after which the division of the

signed on May 19, 1916. WWI concluded on November 11, 1918, after which the division of the Ottoman Empire began in earnest. British and French mandates were extended over divided Arab entities, while Palestine was granted to the Zionist movement a year later, when Balfour conveyed the British government's promise, sealing the fate of Palestinians to a life of perpetual war and turmoil.

Rarely was British-Western hypocrisy and complete disregard for the national aspiration of any other nation on full display as in the case of Palestine. Beginning with the first wave of Zionist Jewish migration to Palestine in 1882, European countries helped facilitate the movement of illegal settlers and resources, where the establishment of many colonies, large and small, was afoot. So when Balfour sent his letter to Rothschild, the idea of a Jewish homeland in Palestine was very much plausible.

Still, many supercilious promises were being made to the Arabs during the Great War years, as the Arab leadership sided with the British in their war against the Ottoman Empire. Arabs were promised instant independence, including that of the Palestinians. When the intentions of the British and their rapport with the Zionists became too apparent, Palestinians rebelled, marking a rebellion that has never ceased 99 years later, and highlighting the horrific consequences of British colonialism and the eventual complete Zionist takeover of Palestine which is still felt after all of these years.

Paltry attempts to pacify Palestinian anger were to no avail, especially after the League of Nations Council in July 1922 approved the terms of the British Mandate over Palestine – which was originally granted to Britain in April 1920 – without consulting the Palestinians at all. In fact, Palestinians would disappear from the British and international radar, only to reappear as negligible rioters, troublemakers, and obstacles to the joint British-Zionist colonial concoctions. Despite occasional assurances to the contrary, the British intention of ensuring the establishment of an exclusively Jewish state in Palestine was becoming clearer with time. The Balfour Declaration was not merely an aberration, but had, indeed, set the stage for the full-scale ethnic cleansing that followed, three decades later.

In fact, that history remains in constant replay: The Zionists claimed Palestine and renamed it 'Israel'; the British continue to support them, although never ceasing to pay lip-service to the Arabs; and the Palestinian people remain a nation that is geographically fragmented between refugee camps, in the diaspora, militarily occupied, or treated as second class citizens in a country upon which their ancestors dwelt since time immemorial. Although Balfour cannot be blamed for all the misfortunes that have befallen Palestinians since he communicated his brief, yet infamous letter, the notion that his 'promise' embodied – that of complete disregard of the aspirations and rights of the Palestinian Arab people – is handed along with the *very same letter* from one generation of British diplomats to the next, in the same way that Palestinian resistance to Zionist colonialism has and continues to spread across generations.

That injustice continues, thus the perpetuation of the conflict. What the British, the early Zionists, the Americans and subsequent Israeli governments failed to understand, and continue to ignore at their own peril, is that there can be no peace without justice and equality in Palestine; and that Palestinians will continue to resist, as long as the reasons that inspired their rebellion nearly a century ago, remain in place.

***Courtesy*: http://radianceweekly.in/**

دعائے مغفرت — إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

☆ تنظیم اسلامی گوجر خان کے مبتدی رفیق شاہد لطیف کی والدہ وفات پاگئیں

☆ حلقہ لاہور غربی چونگ کے رفیق محمد عباس کی والدہ وفات پاگئیں

☆ حلقہ لاہور غربی، چونگ کے رفیق عارف سلیم کے والد وفات پا گئے

☆ مقامی تنظیم ساہیوال کے امیر عبداللہ سلیم کی بھابی وفات پاگئیں

☆ ہارون آباد کے ملتزم رفیق قاری محمد اکرم کے سسر وفات پا گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

VOL : 25 | Regd. C.P.L NO. 114 | No.48

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore